

دل بھی دھڑکن تم ہو

عفت سحر پاشا

خواہشوں کا جو غلام نہیں
دل وہی سرفراز رہتا ہے

وہ جب سے یونیورسٹی سے لوٹی تھی اسے محسوس ہو رہا تھا کہ ندا اسے کچھ بتانے کو بے چین ہو رہی ہے۔ مگر شاید بھابھی کی موجودگی کی وجہ سے وہ بس آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے اشارے کر کے رہ گئی تھی۔

کھانے کے بعد اس نے بھابھی کو کمرے میں بھیجا اور خود برتن سمیٹ کر کچن میں لے آئی۔ ندا بھی اس کے پیچھے چلی آئی۔

''آپی..... آج پتہ ہے ماموں آئے تھے۔''

''کون معیز......؟'' وہ پانی پیتے ہوئے پلٹی۔ دل کو یکلخت ایک خوش گوار سی حیرت نے گھیر لیا تھا۔

''اور کتنے ماموں ہیں میرے آپی؟'' ندا چڑ کر بولی تو وہ ہنس دی۔ مگر چودہ سالہ ندا بہت سنجیدگی اور کچھ پر اسراریت سے اس کے قریب آ گئی۔

''آپی میں نے ان کی اور ماما کی کچھ باتیں سنی ہیں۔'' اس کے حد درجہ رازدارانہ انداز پر ایمان کو ہنسی آنے لگی۔ مگر وہ دبا گئی۔

''بری بات ہے' کسی کی باتیں سننا' وہ بھی اس صورت میں جب کوئی آپ کے سامنے بات نہ کر رہا ہو۔'' اس نے بھتیجی کو نصیحت کرنا از حد ضروری سمجھا تھا۔

''سوری آپی لیکن یہ بات میں نے جان بوجھ کر نہیں سنی۔ میں تو ماموں سے ملنے گئی تھی پھر میں باہر ہی سے واپس آ گئی۔'' وہ جلدی سے بولی۔ ایمان کو اچھی طرح اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بات بتانے کو بری طرح بے تاب ہو رہی ہے۔

''اچھا ایسا کیا ہو گیا جو میری چندا کو اس قدر پریشان کر رہا ہے؟'' اس نے اسے پچکارتے ہوئے شرارت آمیز انداز میں کہا اور آستین چڑھا کر برتن دھونے کی تیاری کرنے لگی۔

''آپی' ماما ان سے شادی کی بات کر رہی تھیں۔'' ندا کا انداز انکشاف کرنے والا تھا۔ ایمان نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا۔

''کس کی شادی کی؟'' اس کے الفاظ بھی بے ساختہ تھے۔

''آپ کی اور ماموں کی۔'' ندا کے سرگوشی میں بتانے پر اس کے وجود میں سنسنی دوڑ گئی۔ گلاس اس کے ہاتھوں سے چھوٹتے چھوٹتے بچا تھا۔

"اور پتہ ہے آنی ماموں نے کہہ دیا ہے کہ وہ آپ سے شادی نہیں کریں گے۔" اس کے رخساروں پر اتری شفق اور بدلتی دھڑکنوں سے بے نیاز ندا نے بڑی پژمردگی سے کہا تو اسے جھٹکا سا لگا۔ بے حد بے یقینی سے اس نے ندا کی طرف دیکھا تھا۔

"وہ کہہ رہے تھے کہ انہیں کوئی اور پسند ہے جس سے وہ شادی کریں گے۔ ماما انہیں کچھ سمجھا رہی تھیں۔ مگر وہ بار بار انکار کررہے تھے۔"

اس کی رنگت زرد پڑ گئی تھی۔ ابھی چند لمحوں پہلے جو دھڑکنیں بڑی انوکھی تال پر دھڑکنے لگی تھیں' یوں مدھم پڑیں کہ اسے اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔

"بس میں نے اتنا ہی سنا تھا آنی! مجھے ماموں پر اتنا غصہ آیا کہ میں پھر ان سے ملنے گئی ہی نہیں۔ وہی مجھے ملنے آئے تھے۔" وہ بڑے دکھ سے کہہ رہی تھی۔ وہ کچھ نہیں بولی تو ندا نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"آنی! آپ کو افسوس نہیں ہوا؟"

ایمان نے بہت تیزی سے خود کو سنبھالا تھا۔

"کیوں؟ افسوس کس بات کا؟ میں خود بھی یہی چاہ رہی تھی۔ ابھی تو چندا! مجھے بہت سارا پڑھنا ہے۔" ندا اگرچہ نویں جماعت میں پڑھ رہی تھی پھر بھی بچی ہی تھی اور ایمان اس کو بلاوجہ کوئی ایشو نہیں دینا چاہتی تھی۔

"پھر بھی آنی! آپ اتنی اچھی ہیں۔ ماموں کو ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا۔" ندا تو یوں بھی اس کے لیے بہت جذباتی تھی' اپنے ماموں کے خلاف ہونے لگی۔

"ارے پاگل ہو تم۔ ایسا تو ہوتا رہتا ہے۔ اگر وہ انکار نہیں کرتا تو میں کردیتی۔ ہم بہت اچھے دوست ہیں' چندا!"

ایمان کو اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجانا اس سے سب سے مشکل کام لگ رہا تھا۔ پھر اس نے فوراً ہی بات بدل دی۔

"اب ان فضول باتوں کو چھوڑو۔ تمہاری نئی کلاسز اسٹارٹ ہونے والی ہیں' جاکر پڑھو۔"

"آنی! شام کو سر سے پڑھوں گی نا۔" ندا اٹھی۔ یوں بھی وہ قدرے بددل ہوگئی تھی۔ جو معاملہ اتنا بہت بڑا لگ رہا تھا اسے کوئی بھی اہمیت دینے کو تیار نہیں تھا۔ وہ آنی اور ماموں کی شادی کے لیے کتنی جذباتی ہورہی تھی مگر ادھر ان دونوں نے ہی اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔

"خود سے پڑھنا بھی اچھا ہوتا ہے۔ چلو شاباش۔" ایمان نے اسے سرزنش کی پھر قدرے سختی سے کہا۔

"اب اور کسی سے یہ باتیں مت کرنا۔ ورنہ بڑوں کی باتیں سننے پر ماما سے ڈانٹ پڑ جائے گی۔"

"مجھے کیا ضرورت ہے آپ کو تو میں نے اس لیے بتادیا کہ شاید آپ کو افسوس ہو مگر آپ بھی بالکل ماموں کی طرح ہیں۔" ندا خاصی ناراضگی سے کہتی چلی گئی۔

ایمان نے تھکے تھکے انداز میں نل بند کردیا۔ بہت ضبط کرتے ہوئے بھی اس کی آنکھوں میں پانی اترنے لگا۔

دل و دماغ بے یقینی کی لپیٹ میں تھے۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ معیز اسے ٹھکرا سکتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس نے کبھی براہ راست ایمان سے اظہار محبت نہیں کیا تھا مگر اس کی آنکھیں' اس کے انداز' اس کی باتوں کے اشارے گواہ تھے کہ وہ ایمان کو پسند کرتا ہے۔ وہ بچی نہیں تھی' رویوں کی زبان سے آشنا تھی' کیوں نہ سمجھتی۔ معیز کی بولتی آنکھیں' حد سے زیادہ توجہ اور وہ معنی خیز باتیں اسے اس حد تک لائی تھیں کہ اب وہ حد درجہ آزردگی سے آنسو بہا رہی تھی۔

رات کیسے کٹی تھی یہ ایمان کا دل ہی جانتا تھا۔ ایک پل کو بھی نہ تو اس کی آنکھ لگی تھی اور نہ ہی آنکھیں خشک ہوئی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ صبح تک وہ بخار میں جل رہی تھی۔ بھابی اسے یونیورسٹی کے لیے اٹھانے آئیں تو اس کی تمتمائی رنگت اور آنکھوں کی سرخی دیکھ کر گھبرا اٹھیں۔

"مجھے بتایا تو ہوتا ایمی۔ کیا رات سے ہی طبیعت خراب تھی؟"

''بس تھوڑی بھابھی۔ رات کو بخار تو نہیں تھا۔'' اس نے پلکیں جھپکتے ہوئے سلگتی آنکھوں کی نمی کو اندر اتار لیا۔

''میں ان سے کہتی ہوں ذرا ڈاکٹر کو دکھا لائیں۔'' وہ عجلت کہتی باہر نکل گئیں۔

اور ان کے ہٹتے ہی اس کی آنکھوں سے گرم پانی بہہ نکلا۔

''ڈاکٹر کیا کرے گا بھابھی! یہ تو مرض ہی لادوا ہے۔ کیا آپ نہیں جانتیں کہ آپ کے بھائی نے کس بلندی سے زمین پر لا پٹخا ہے مجھے۔ میرا تو پورا وجود کرچی کرچی ہو رہا ہے۔ کہاں کہاں سے جوڑنے کا اہتمام کریں گی۔'' وہ سوچ کر رو دی۔

''ایمی! اٹھ کر ہاتھ منہ دھو لو۔ میں تمہارے کپڑے نکال رہی ہوں۔ چلو شاباش۔'' بھابی نے آتے ہی الماری کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تو ناچار اسے بولنا پڑا۔

''بھابھی! ذرا سا بخار ہے خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔''

''سردی کا بخار بگڑ جاتا ہے ذرا سی بے احتیاطی سے۔ میں کوئی بہانہ نہیں سن رہی۔ جلدی اٹھو اب۔'' ان کا انداز قطعی تھا اور وہ تو ان کے ہر انداز سے واقف تھی۔ وہ اپنی بات منوا کر رہنے والوں میں سے تھیں۔

وہ کپڑے تبدیل کر کے نکلی تو بھابی کمرے میں نہیں تھیں۔ وہ بے دلی یونہی بکھرے بالوں کو سیٹ کر برش کیے بغیر کلپ کرنے لگی۔ گرم چادر اوڑھی اور کمرے سے نکل آئی۔ لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے وہ بری طرح ٹھٹکی تھی۔

''میں آپ سے پھر کہہ رہی ہوں معیز سے بات کیجیے گا۔ میں نے آپ کو ساری بات کلیئر کر دی ہے۔''

''کہہ تو رہا ہوں کہ کرلوں گا۔ جاتے ہی فون کروں گا اسے۔'' بھائی جان انہیں یقین دلا رہے تھے مگر وہ خفگی سے بولیں۔

''فون وون نہیں کرنا۔ اسے آفس میں بلا کر اچھی طرح کلاس لیں اس کی اتنی ہمت کیسے ہوئی اس کی خود سے اتنا فضول فیصلہ کرنے کی۔''

ایمان نے لڑکھڑا کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی تھی۔ تو اب میری ذات یوں بے مایہ و بے توقیر ہو گی۔

''میں کرلوں گا بات۔ اتنی پریشانی سر پر سوار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' بھائی جان نے ڈپٹا مگر بھابی تو جیسے زیادہ ہی صدمے میں تھیں۔

''ابھی تو میں امی سے بھی اس کے کان کھنچواؤں گی۔ میں نے اسے ہمیشہ ایمی کے ساتھ سوچا ہے۔ اس کی ہمت کیسے ہوئی اس کے سوا کچھ اور سوچنے کی۔''

بے بسی کے شدید احساس کے ساتھ بہتے آنسو اس کے رخساروں کو بھگونے لگے۔ دل اس قدر گھبرایا کہ وہ بھابھی کو آواز دے بیٹھی۔ وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کر تیزی سے اس کی طرف لپکیں جو دیوار کے ساتھ گھسٹتی چلی جا رہی تھی۔

''ایمی! ایمی!''

بھائی جان کی آواز اسے بہت دور سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

☆☆☆

اور پھر جامد و ساکت زندگی کا جمود پورے ایک ماہ کے بعد ٹوٹا تھا۔

معیز کو ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں بہت زبردست سی جاب مل گئی تھی۔ بھابھی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اور اس گزرے ماہ میں ایمان خود کو اتنا تو سنبھال ہی چکی تھی کہ بے تاثر چہرے کے ساتھ کھانا کھاتی رہی۔

اس خوشخبری کے ملتے بھر بعد ہی بھابھی کی امی اور دونوں بہنیں مٹھائی اور پھلوں کے ڈھیر کے ساتھ لدی پھندی چلی آئیں۔

کتنے ہی عزیز و اقارب کو جمع کر لیا گیا تھا۔

ایمان اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔ وہ اس شخص کی خوشی میں ذرا سا مسکرانے کی بھی روادار نہیں تھی جس نے اس کی ذات کو دھتکار دیا تھا اس کے دل کی بستی اجاڑ کر اب خوشیوں کا جشن منا تا پھر رہا تھا۔

مگر اب یہ سب بھابی کو کون سمجھاتا؟
وہ انہیں یہ بھی نہیں بتا سکتی تھی کہ اب وہ سامنے آنے پر معیز کا چہرہ بھی نوچ سکتی ہے۔
"ایمی جان! سب مہمان باہر جمع ہیں' کیا سوچیں گے۔ جلدی سے یہ اچھے سے کپڑے پہنو پھر ہم اچھی سی سیلیبریشن کریں گے۔" بھابی نے بہت زبردست کام دار کاہی پنک کلر پشواز اس کے بیڈ پر پھیلائی تو لحظہ بھر کو وہ پلکیں جھپک کر ایک نظر اس لباس اور پھر بھابی کو دیکھ کر رہ گئی۔
"یہ کس کا ہے؟"
"یہ میری پیاری سی گڑیا ایمی کا ہے۔" بھابی کے پیار کی تو کوئی حد ہی نہیں تھی مگر وہ الجھنے لگی۔
"میں یہ نہیں پہنوں گی۔"
بھابی بے یقینی سے اسے دیکھنے لگیں۔
"کیا بات ہے ایمی؟ تمہاری تو معیز سے بہت اچھی دوستی ہے۔ تم اس کی خوشی میں خوش نہیں ہو کیا؟"
"دوستی کا ثبوت دینے کے لیے اتنا پلشڈ ہونے کی کیا ضرورت پڑی ہے مجھے۔" وہ ناگواری دباتے ہوئے آرام سے بولی تو وہ ہنس دیں۔
"اچھا....." پھر اپنے مخصوص بلیک میل کرنے والے محبت بھرے انداز میں بولیں۔ "تو پھر میری پیاری سی ایمی مجھے یہ کپڑے پہن کر دکھائے گی۔ ہری اپ۔" اور جب بھابی اس لہجے میں بات کرتیں تو کوئی کافر ہی ہوتا جو انکار کر پاتا۔ وہ بے چارگی سے انہیں دیکھ کر رہ گئی۔
وہ سادگی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یونہی بالوں میں برش پھیر کر دوپٹہ شانے پر ڈالتی بھاری لباس سے الجھتی باہر نکلنے لگی تھی جب رابعہ اور ارم اندر آ گئیں۔ حسب عادت و معمول وہ ان سے اچھی طرح ملی مگر ان کے انداز میں اس بار معمول سے ہٹ کر جوش اور محبت تھی۔
"اتنا خوشی کا موقع ہے اور آپ یوں لگ رہا ہے جیسے میلاد میں جا رہی ہیں۔" رابعہ نے خفگی سے کہتے ہوئے اسے دوبارہ اسٹول پر دھکیلا۔ ارم نے جلدی سے میک اپ کا سامان کھنگالنا شروع کر دیا۔ وہ ہکا بکا رہ گئی۔
ذرا دیر میں بھابی ایک سوٹ کیس دھکیلتی چلی آئیں۔
"بھئی ہر چیز اس میں سے استعمال ہو گی۔ اسپیشل آرڈر آیا ہے۔" وہ ہنستی ہوئی سوٹ کیس بستر پر رکھ کر کھولنے لگیں۔ نفیس سے موتیوں کے ساتھ سونے کا ایک نازک سا خوبصورت سیٹ بھی تھا۔ وہ بہ مشکل میک اپ سے فارغ ہوئی تھی۔ بھابی نے گولڈ کا سیٹ پہنانے کا قصد کیا تو وہ بدک گئی۔
"بھابی؟"
"کوئی سوال نہیں ایمی میری خاطر۔" وہ مسکراہٹ دباتی اسے امتحان میں ڈال گئیں۔ اس کے بعد وہ خاموشی سے ان تینوں کا منہ تکتی رہی تھی۔ اس کا ذہن وہاں تک پہنچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا جو اگلے چند منٹوں میں ہونے والا تھا۔
اسے اتنی تیاری سے الجھن ہو رہی تھی مگر ان تینوں کو بھی زرق برق کپڑوں میں دیکھ کر اس کی گھبراہٹ قدرے کم ہو رہی تھی۔ وہ مسلسل ذہن میں تاریخیں دہرا کر یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ آج کسی کی برتھ ڈے یا شادی کی سالگرہ تو نہیں۔ مگر اسے ایسی کوئی بات یاد نہیں آ رہی تھی۔ ارم اس کے سر پر دوپٹہ ڈال کر پن اپ کرنے لگی تو وہ چلا اٹھی۔
"خود تو گلے میں دوپٹے ڈالے پھر رہی ہو۔ میں دلہن نہیں ہوں جس کے ساتھ تم ایسا سلوک کر رہی ہو۔"
"کیا پتہ تمہاری زبان مبارک ہو جائے۔ اور دلہن ہی بن جاؤ۔"
ارم نے لاپروائی سے کہا مگر وہ کسی صورت بھی سر پر دوپٹہ اوڑھنے پر رضا مند نہیں ہوئی تھی۔ وہ دونوں مدد طلب نگاہوں سے بھابی کو دیکھنے لگیں تو انہوں نے گہری سانس لی۔
"چلو خیر ہی ہے۔ گھر کی تقریب ہے' چلتا ہے سب۔" اسے سخت غصہ بلکہ غصے کے مارے رونا آ رہا تھا۔

اس شخص نے دل کو اس قدر تکلیف پہنچائی تھی اس کی اَنا کے لیے نہ چاہتے ہوئے بھی اسے کتنا اہتمام کرنا پڑا تھا۔

"شکر ہے کہ وہ خود نہیں آیا۔" اس نے دل کو تسلی دیتے ہوئے بھابی کی معیت میں قدم بڑھائے تو لاؤنج میں اتنے سارے مہمانوں کو دیکھ کر وہ جہاں کی تہاں رہ گئی...... بے اختیار اس نے بھابی کا بازو جکڑا تھا۔

"بس ایک خوب صورت سی مسکراہٹ ہونٹوں پر رکھو اور سب سے ملو۔" مسکراتے ہوئے بھابی نے دھیمی آواز میں کہا تو مجبوراً مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق اسے یہ طوق بھی پہننا پڑا۔

ہر کوئی اسے وی آئی پی کا درجہ دینے پر آمادہ تھا۔ جس کی وجہ سے اسے شدید الجھن اور جھلاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ اور ساتھ ساتھ اندر ہی اندر گھبراہٹ بھی اسے زیرِ اثر لے رہی تھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی بڑی گڑبڑ ہونے والی ہے مگر وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

بھابی کی امی اسے پاس بٹھائے بڑی محبت سے حال چال پوچھنے میں مگن تھیں جب اس کی نگاہ سامنے اٹھی اور لمحہ بھر کو ٹھٹک گئی۔

وہ بھائی جان کے ساتھ محوِ گفتگو تھا۔

آف وائٹ شلوار سوٹ پر آف وائٹ اینڈ براؤن ایمبرائیڈڈ واسکٹ پہنے وہ ہمیشہ کی طرح پُرسکون اور بہت شاندار لگ رہا تھا۔ ناگواری کے ساتھ غصے کی ایک تند و تیز لہر بھی پوری شدت کے ساتھ اس کے وجود میں اٹھی تھی۔ خود پر بہت قابو پاتے ہوئے اس نے اپنا دھیان بٹانے کے لیے ارم سے باتیں کرنا شروع کردیں۔ رابعہ کیمرہ سنبھالے مسلسل فلیش چمکا رہی تھی۔ وہ کئی بار اسے گھور چکی تھی مگر اسے اثر ہی کہاں تھا۔ مزید دو تین کزنز بھی یہی خدمت غالباً بلا معاوضہ ادا کر رہے تھے۔ اور وہ اندر ہی اندر شکست و ریخت کا سامنا کر رہی تھی۔ اسے ٹھکرا کر وہ کس قدر مطمئن تھا۔ جان محفل بنا ہوا تھا۔

"کول ڈاؤن ایمان حیدر۔" اس نے گرین ٹی کے گھونٹ بھرتے ہوئے اندر ہی اندر خود کو سمجھانا شروع کردیا۔ "وہ کون سا جانتا ہے کہ میں اس کے فیصلے سے باخبر ہوں۔ اس سے پہلے کہ سب کی دانست میں یہ فیصلہ میرے علم میں آئے میں پہلے ہی خود ہی اس کو ٹھکرا دوں گی۔ اپنی انا اور عزت نفس کی سلامتی کے لیے میں یہ فیصلہ تو کر ہی سکتی ہوں تاکہ وہ یہ نہ سمجھتا رہے کہ میں اسے پسند کرتی تھی اور انکار اس کی طرف سے ہوا ہے۔" اندر ہی اندر اپنی دانست میں بہت درست فیصلہ کر کے اس کی زخمی انا کو قدرے سکون پہنچا تھا تاہم اس پہلی نگاہ کے بعد اس نے دوبارہ معیز کو نہیں دیکھا تھا۔

ابھی اپنے دل پر اتنا اختیار ہی کب تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی ایک نگاہ شفق کی لالیاں چرا کر اس کے رخساروں میں بھر دیتی تھی۔ اس کا خفیف سا ذومعنی جملہ بھی کتنے دنوں تک اسے سرشار رکھتا تھا۔

اب وہ پلٹا تھا تو ایمان بے حد دکھ اور صدمے کی زد میں تھی۔

وہ شروع سے جانتا تھا کہ ان دونوں کے بارے میں سب کی منشا کیا ہے پھر بھی پتہ نہیں وہ کس طرح اپنا راستہ بدل گیا تھا۔ وہ تو اس کی ہمسفری کے نشے میں چور تھی۔ آنکھیں بند کیے خوشیوں کا ہاتھ تھامے محوِ سفر تھی اب جب آنکھ کھلی تھی تو احساس ہوا تھا کہ وہ راستے ہی میں کہیں کوئی موڑ مڑ گیا تھا۔ اور وہ لق و دق صحرا میں تنہا بھٹک رہی تھی۔

اس کے ساتھ والے سنگل صوفے پر بھائی جان آ بیٹھے۔ وہ خود ٹو سیٹر پر بیٹھی تھی۔ چہرہ موڑ کر یونہی بھابی جان سے کوئی بات کرنے لگی تو یک بارگی اس کا دل سکڑ کر پھیلا۔ خالہ جان ٹو سیٹر سے اٹھیں تو ان کی جگہ پر بالکل اس کے ساتھ معیز آ کر بیٹھ گیا تھا اتنے سارے لوگوں کی موجودگی میں یہ حرکت؟ اس نے گڑبڑا کر اٹھنا چاہا مگر پیچھے سے بھابی نے اس کے شانوں پر دباؤ ڈال کر اسے وہیں بیٹھے رہنے کا اشارہ دیا۔

(ایک تو بھابی بس اپنی من مانی کرا کے ہی رہتی ہیں) وہ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے

بھابی اسے زبردستی معیز کے سر تھوپنا چاہ رہی ہیں۔

رابعہ نے اس کے ہاتھ سے کیک لے لیا تھا۔ مگر وہ اس وقت بھابی کی طرف متوجہ تھی جو اس کے سر پر نرمی سے دوپٹہ ٹکا رہی تھیں۔ وہ اتنے سارے لوگوں کے سامنے ان سب کے عجیب و غریب رویے پر پزل ہونے لگی۔ اور ابھی اس نے احتجاج کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ اسے اپنا بایاں ہاتھ گرفت میں محسوس ہوا۔ وہ ایک جھٹکے سے چہرہ موڑ کر دیکھنے لگی۔

"چلو بھئی شیر جوان..... انگوٹھی پہناؤ۔"

بھائی جان کی آواز ایمان کو کہیں دور سے آتی محسوس ہوئی۔ معیز اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے اسے انگوٹھی پہنا رہا تھا۔ تمام الفاظ تمام احتجاج سب کی تالیوں کی گونج میں اندر ہی دم توڑ گیا تھا آنسوؤں کا پھندا حلق میں یوں اٹکا کہ ایک لفظ تک ہونٹوں سے نہیں نکلا۔ دھندلائی نگاہوں سے اس نے معیز کے ہونٹوں پر پھیلی آسودہ و پر تفاخر مسکراہٹ دیکھی، اس کے بعد بھابی نے اس کا سر جھکا دیا تھا۔

اپنے اندر بے حد تکلیف اور بے بسی محسوس کرتے ہوئے اس نے سختی سے آنکھیں میچیں تو بہت ضبط کرتے ہوئے بھی آنسو رخساروں پر سے ہوتے بے مول ہو گئے۔ معیز نے چونک کر اپنے ہاتھ کی پشت پر گرم پانی کے قطروں کو دیکھا پھر آہستگی سے اس کا ہاتھ چھوڑ کر جیب سے رومال نکالا آنسوؤں کو اس میں جذب کیا اور رومال اس کی گود میں ڈال دیا۔

سب خوش تھے، چھیڑ لگائی جا رہی تھیں مذاق کیا جا رہا تھا۔ اور ادھر وہ اکیلی بے بسی کی زد میں تھی۔

یہ کیا ہے؟ کیسے؟

کیا وہ اتنی آسانی سے اپنی محبت سے دستبردار ہو گیا جس نے شادی کا فیصلہ وہ علی الاعلان سنا تا پھر رہا تھا؟

پتہ نہیں بھائی جان اور بھابی نے کتنی منتیں کی ہوں گی۔ کیا میں اس قدر بے اختیار ہوں اپنے تاثرات اور جذبات سے کہ ہر کوئی مجھے کھلی کتاب سمجھ کر پڑھ سکتا ہے؟ کتنا ترس آیا ہوگا بھائی اور بھابی کو مجھ پر۔

وہ گویا آندھیوں کی زد میں تھی۔

یہ پل بھر میں کیا ہو گیا تھا؟ پچھلے کتنے ہی دنوں میں وہ اسے بھلانے کی کیا کیا تدبیریں نہیں کرتی رہی تھی۔

صرف اس ایک شخص کی وجہ سے اسے ذہنی و جذباتی دباؤ کا سامنا رہا تھا۔ ایک عرصے سے سب جس کی ہمراہی کا سپنا دکھاتے رہے تھے وہ کتنی آسانی سے اسے ٹھکرا گیا تھا۔ وہ کیوں نہ بکھرتی۔ اس کے بغیر اس نے کبھی خود کو سوچا ہی کب تھا۔ وہ تو ہراساں و حواس باختہ ہو کر رہ گئی تھی۔ سمجھ ہی نہیں آتی تھی کہ اب آئندہ زندگی جینے کا مقصد کیا ہے۔

وہ جس کا خیال ہی اسے پھول کی طرح کھلا دیتا تھا۔

افق کی لالیاں اس کے رخساروں پر مل دیتا تھا۔

اس کی دھڑکنوں کا انداز بدل دیتا تھا۔

اب یوں اس کو اپنے نام کر گیا تھا تو یہ ایک "سانحہ" کیوں لگ رہا تھا۔ دل خوش کن احساسات کے زیر اثر کیوں نہیں تھا؟ اندر سے اٹھتا ہوا دھواں آنکھوں میں جلن کیوں بھر رہا تھا؟

دل و دماغ پیہم کہہ رہے تھے کہ یہ مانگے کی چاہت بے مانگے کی محبت ہے۔

وہ یونہی چہرہ جھکائے اپنے ہاتھوں پر نظریں جمائے اندرونی ٹوٹ پھوٹ کی زد میں تھی۔ مہمان رخصت ہو رہے تھے۔ چند ایک گزرتے ملنے گلے کے خیال سے رک گئے تھے اور اب لاؤنج میں فقط فیملی ممبرز ہی رہ گئی تھی۔

وہ سب بے فکری و طمانیت کے ساتھ کارپٹ پر براجمان تھے۔ معیز کو انہوں نے راجا اندر بنا رکھا تھا۔

کیا لڑکیاں کیا لڑکے سب نے جیسے صرف معیز ہی کو وی آئی پی کا درجہ دے رکھا تھا۔ صرف بھابی ہی ایمان کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔

معیز کی آواز اچھی تھی اس لیے اس سے کچھ سنانے کی فرمائش ہو رہی تھی۔

"جو منہ میں آئے سناؤں یا کھری کھری سناؤں بس؟" وہ شرارت سے پوچھ رہا تھا۔ عثمان نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر گویا اسے اسٹارٹ کیا تھا۔

"چلو تم کہہ رہے ہو تو..... اسپیشل لوگوں کے لیے کچھ سنا دیتا ہوں۔ وہ ایمان کو سنانے کے لیے بڑی بے نیازی سے بولا تو وہ سب چلا اٹھے۔

"اسپیشل لوگوں یعنی معذوروں اندھوں بہروں کے لیے؟"

اس کا مذاق اڑایا جا رہا تھا مگر ادھر پروا کسے تھی سیاہ آنکھوں کی چمک معنی خیز ہو رہی تھی اور چہرے پر سکون نے جاذبیت سی بھر دی تھی۔

اس نے آنکھیں موند کر لحظہ بھر کو کچھ سوچا پھر دلکش زیر و بم کے ساتھ اس کی آواز لاؤنج میں گونجنے لگی۔

"چہرے پہ میرے زلف کو بکھراؤ کسی دن
کیا روز گرجتے ہو برس جاؤ کسی دن
رازوں کی طرح اترو مرے دل میں کسی شب
دستک پہ مرے ہاتھ کی کھل جاؤ کسی دن

امجد اسلام امجد کی غزل اور اوپر سے دسمبر کی پر حدت رات میں گونجتی معیز کی دلکش آواز..... ہر آواز خاموش ہو گئی تھی۔

ایمان نے جیسے اپنی سانس تک روک لی۔

"پیڑوں کی طرح حسن کی بارش میں نہالوں
بادل کی طرح جھوم کے گھر آؤ کسی دن

اس شعر پر بہت داد ملی اور "مکرر" کی فرمائش ہونے لگی۔ معیز کی اس قدر ڈرامے بازی پھر اس کا دل گھبرانے لگا۔

"بھابی! میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔" ان کا ہاتھ دبا کر اس نے بہ مشکل کہا اور پھر ان کے روکنے سے پہلے ہی وہ اٹھ کر اندر کی طرف پلٹ گئی۔ معیز کی نگاہ کے ساتھ اس کی آواز نے بھی ایمان کا پیچھا کیا تھا۔

"خوشبو کی طرح گزرو مرے دل کی گلی سے
پھولوں کی طرح مجھ پہ بکھر جاؤ کسی دن
گزریں جو مرے گھر سے تو رک جائیں ستارے
اس طرح مری رات کو مہکاؤ کسی دن"

لرزتی کانپتی ٹانگوں کے ساتھ وہ بہ مشکل اپنے کمرے میں پہنچی تھی۔

اور بس یہی اس کی برداشت کی آخری حد تھی۔ دروازے کا لاک دبا کر اس نے ہر شے نوچ کر خود سے الگ کر دی۔ آنسو بنا کوشش کے بہے جا رہے تھے۔

"ذلیل لوفر سمجھتا کیا ہے خود کو۔ میں مر جاؤں گی اس کے بغیر؟" اس نے طیش میں آ کر ہاتھ میں دبے رومال سے چہرہ رگڑ ڈالا۔ بہت دلکش اور جانی پہچانی خوشبو اس کی سانس میں رچ سی گئی تو اس نے کرنٹ کھا کر رومال سامنے کیا تھا۔ اس رومال کو پہچاننے میں اسے ایک سیکنڈ ہی لگا تھا۔ کراہیت کے احساس کے ساتھ اس نے رومال پرے پھینکا اور اٹھ کر چہرہ دھونے کے لیے باتھ روم میں گھس گئی۔

☆☆☆

دن آہستہ آہستہ اپنی روٹین پر آ گئے تھے۔ ہر کوئی مطمئن تھا۔ زندگی رواں دواں تھی۔ مگر ایمان کو یوں لگتا تھا جیسے اس کی زندگی جامد ہو کر رہ گئی ہو۔ وہ سب سے خفا رہنے لگی تھی۔ بہت شوخ تو وہ پہلے بھی نہیں تھی مگر پھر بھی اس کی شخصیت کی شگفتگی ان تین ماہ میں ختم ہوتی تھی۔ مگر کسی کو بھی محسوس نہیں ہوا تھا یا شاید کسی کو غور کرنے کی فرصت ہی نہیں تھی۔ ایک ندا ہی تھی جو برملا کہتی تھی۔

"آپی! آپ اب بہت بورنگ ہو گئی ہیں۔"

اصل بات یہ تھی کہ اس کی خود سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اسے کیسا رد عمل اختیار کرنا چاہیے۔ وہ اس سلسلے میں بہت احتیاط سے کوئی قدم اٹھانا چاہتی تھی کہ فیصلہ بھی اسی کا ہو مگر الزام بھی اس پر نہ آئے اور اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ براہ راست معیز کو اس رشتے سے انکار کرے۔

"اچھا ہے نا اسے احساس تو ہو کہ اس طرح کے فیصلوں سے کسی کے دل پر کیا گزرتی ہے۔" اس نے بہت دکھ سے سوچا تھا۔

ان گزرتے دنوں میں اس کی معیز سے ملاقات تو کیا سرسری سا آمنا سامنا بھی نہیں ہوا تھا۔ یقیناً وہ اپنی نئی جاب کو پوری توجہ اور سنجیدگی سے ٹائم دے رہا تھا۔

"چلو ایمی..... ختم کرو ناشتا۔ ٹائم ہو گیا ہے۔" بھائی جان کرسی گھسیٹ کر اٹھے تو اس نے چونک کر چائے کا کپ ہونٹوں سے ہٹایا تھا اور پھر رسٹ واچ پر نظر ڈالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ بھائی جان کے ساتھ باہر آئی تو ساتھ والوں کی سامعہ بھی آ چکی تھی جس سے ایمان کی بہت زبردست دوستی تھی۔ اس کی منگنی والے روز وہ شہر میں نہیں تھی بعد میں آ کر اس نے ایمان کو خوب جھاڑا تھا۔

وہ بھی ایمان کے ساتھ ہی ماسٹرز کر رہی تھی اور جاتی بھی وہ ایمان کے ساتھ ہی تھی۔

"یار وہ اسائمنٹ کمپلیٹ کی ہے تم نے سر رفعتی والی؟" گاڑی میں بیٹھتے ہی سامعہ نے بے تابی سے پہلا سوال کیا جس کی وجہ سے سب اسٹوڈنٹس کی نیندیں اڑی ہوئی تھیں۔

اس نے اثبات میں سر ہلا کر فائل کھولی اور پیپرز نکال کر اس کو تھما دیے۔ وہ فوراً مطالعے میں مصروف ہو گئی جب کہ ایمان بہت بے دلی سے کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھ رہی تھی لیکن ذہن کہیں اور ہی اڑانیں بھر رہا تھا۔ اسے وہ دن یاد آ رہا تھا۔

"ہیپی نیو ایئر....."

معیز نے نیا سال شروع ہوتے ہی سب سے پہلا فون اس کو کیا تھا۔ اس کا دل خوشی اور تفاخر کے احساس سے لبریز ہونے لگا۔

"سیم ٹو...."

"بس خالی خولی مبارک باد؟" وہ ہنسا تھا۔

"تم نے کیا دیا ہے مجھے؟" وہ بے ساختہ بولی۔

"کیا چاہتی ہو؟" اس کا انداز معنی خیز تھا۔ ایمان نے لب دبا کر ہنسی روکی۔

"سنا ہے کہ جناب کی آواز بہت اچھی ہے تو کچھ سنا ہی دیں۔"

"جیلس ہو رہی ہو؟ جس سے بھی سنا ہے ٹھیک سنا ہے۔ اپنا تو مقبولیت میں وہ عالم ہے کہ

جدھر دیکھو وہاں پر عشق کے بیمار بیٹھے ہیں
ہزاروں مر چکے ہیں سینکڑوں تیار بیٹھے ہیں

وہ بڑی شرارت بھری برجستگی سے بولا۔ اب کی بار ایمان اپنی ہنسی نہیں روک پائی تھی۔

"یہ تو بالکل کسی ڈاکٹر کا شعر لگ رہا ہے۔"

"یہ میری آپ بیتی ہے پارٹنر....." وہ آہ بھر کے بولا پھر اسے آفر کی۔

"ایک بہت اچھی نظم پڑھی ہے میں نے۔ سناؤں؟"

"میں نہ بھی کہوں گی تب بھی سنائے بغیر تمہیں چین نہیں آئے گا۔ اس لیے سنا ہی دو۔"

تب اس نے کتنی معنی خیزی سے وہ نظم سنائی تھی۔ پھر کتنے ہی دنوں تک اس کی آواز و انداز اسے مخمور کیے رہے تھے۔

"کوئی وعدہ نہیں ہم میں
نہ آپس میں بہت باتیں
نہ ملنے میں بہت شوخی
نہ آخرِ شب مناجاتیں
مگر اک ان کہی سی ہے
جو ہم دونوں سمجھتے ہیں
سہارے دلربا منظر
کئی چاندنی راتیں
سنہری دھوپ کے موسم
یا ہلکے سکھ کی برساتیں
ابھی اک ضد میں رہتے ہیں
مجھے پیہم یہ کہتے ہیں
محبت یوں نہیں اچھی
محبت یوں نہیں اچھی۔"

اس کی آنکھوں کے آگے پانی کی چادر تن گئی۔

سامعہ نے اس کا شانہ ہلا کر اسے متوجہ کیا تھا پھر اس کی آنسوؤں سے بھری آنکھیں دیکھ کر اسے ڈانٹنے لگی۔
"اتنی ٹھنڈی ہوا میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے باہر دیکھو گی تو اندھی ہو جاؤ گی۔"
اس نے جلدی سے آنکھیں رگڑ ڈالیں۔ شکر تھا کہ بھرم رہ گیا تھا ورنہ اس میں اتنا حوصلہ کہاں تھا کہ وہ یہ سب کسی کو بتا پاتی۔
بھائی جان کو ایک ماہ کے لیے جرمنی جانا تھا۔ جس کمپنی کے اشتراک سے وہ بزنس کر رہے تھے ان کی سالانہ میٹنگز کا سلسلہ تھا۔ اس سے پہلے ہر بار یہ میٹنگز پاکستان میں ہوتی تھیں لیکن اس بار بورڈ آف ڈائریکٹرز کی میٹنگز جرمنی میں ہو رہی تھیں۔
"تم لوگ چاہو تو امی کے گھر چلی جاؤ ورنہ میں نے معیز سے یہاں آنے کا کہہ دیا ہے۔ دونوں صورتوں میں صرف مجھے انفارم کر دینا تاکہ میں وہیں کنٹیکٹ کروں جہاں تم لوگ رہو گی۔" وہ جاتے جاتے کہہ رہے تھے۔
"بس پھر معیز ہی یہاں آ جائے۔ میں اتنا کچھ سمیٹ کے کہاں پورا مہینہ وہاں جا کے گزاروں گی۔" بھابی نے اسی وقت ان کی تسلی کرا دی تو وہ بھی مطمئن ہو گئے۔ البتہ ایمان نے ندا کو پڑھاتے ہوئے ایک بار بہت ناگواری کے ساتھ سر اٹھا کر انہیں دیکھا تھا۔
اگلے روز بھائی جان چھ بجے کی فلائٹ سے سفر پر روانہ ہوئے۔ اور اسی شام معیز اپنا سوٹ کیس اٹھائے گھر میں موجود تھا۔
اسے دیکھتے ہی وہ اپنا چائے کا کپ لیے کمرے میں چلی گئی۔ اس کا یہ انداز معیز کو بہت محسوس ہوا۔ جب سے منگنی ہوئی تھی اس نے ایمان میں کچھ عجیب سی تبدیلی دیکھی تھی۔ پہلے وہ خود سے اسے فون کر لیا کرتی تھی مگر اب جب بھی وہ فون کرتا تو بھی بات نہیں کرتی تھی۔ اور یہ سب وہ شرم و حیا پر محمول نہیں کر سکتا تھا۔
"ناراض ہو تم دونوں۔" بھابی کو بھی حیرت کا جھٹکا سا لگا تھا۔
"ارے نہیں آپی..... شرما رہی ہے۔" اس نے انہیں تسلی دی تھی۔ پھر گویا انہیں ٹالا۔
"اب آپ یہ پوچھ گچھ چھوڑیں اور گرما گرم چائے لا کر پلائیں۔"
"ماموں ایک بات کہوں؟" ندا نے ٹی وی اسکرین پر سے نظریں ہٹا کر بڑے تجسس سے پوچھا تو اس کے ساتھ ہی کارپٹ پر بیٹھ گیا اور بازو اس کے شانے پر دراز کرتے ہوئے مسکرایا۔
"بات کہنی ہے یا پوچھنی ہے؟"
"پوچھنی ہے۔" اس نے قدرے سوچ کر کہا۔ تو وہ شاہانہ انداز میں بولا۔
"تو پھر پوچھو فریادی۔"
"آپ ماما سے تو نہیں کہیں گے؟" اس کے انداز پر معیز ہنسا تھا۔
"وعدہ رہا، نہیں کہوں گا۔ اب پوچھ بھی چکو۔"
"آپ نے آنی سے منگنی کیوں کر لی؟"
"ہیں.....؟" معیز نے اب کی بار اسے گھورا تھا۔ وہ سہم سی گئی۔ "میں نے جان بوجھ کر آپ کی باتیں نہیں سنی تھیں۔ میں آپ سے ملنے کے لیے گئی تو آپ ماما سے کہہ رہے تھے کہ آپ آنی سے شادی نہیں کریں گے اور یہ بھی کہ آپ کو کوئی دوسری لڑکی پسند ہے۔" وہ ایک ہی سانس میں بول گئی۔ معیز نے گہری سانس لی اور پھر قدرے نرمی سے بولا۔
"شادی سے انکار میں اس لیے کر رہا تھا کہ میں صرف منگنی کرنا چاہتا تھا اور دوسری لڑکی والی بات تو میں تمہاری ماما کو ڈرانے کے لیے کہہ رہا تھا۔"
"اف ماموں آپ کتنے جھوٹے ہیں۔ اور میں نے یہ سب جا کر آنی سے کہہ دیا۔" ندا خفگی سے بولی تو وہ جہاں کا تہاں بیٹھا رہ گیا۔
"کس سے کہا تم نے؟" کتنی دیر کے بعد اس نے پوچھا تھا۔
"آنی سے..... پھر انہوں نے کہا کہ وہ بھی آپ

سے شادی نہیں کریں گی۔ آپ دونوں فرینڈز ہیں۔ پھر انہوں نے مجھے منع کیا کہ یہ بات کسی اور سے نہیں کہوں ورنہ ماما خفا ہوں گی۔" وہ اب قدرے بے دلی سے بتا رہی تھی۔ ایک تو ماموں اور آپی دونوں ہی بورنگ تھے۔ کسی بات پر حیران ہی نہیں ہوتے تھے۔

"یہ سب مذاق تھا گڑیا۔ فرینڈز آپس میں مذاق تو کرتے ہیں نا؟ تم خوش نہیں ہو کیا؟" معیز نے اس کے ذہن کو صاف کرنا چاہا اور ناکام نہیں رہا۔ ندا نے فوراً لاڈ میں آ کر سر اس کے شانے پر رکھا۔

"سب سے زیادہ خوش میں ہوں۔"

"بڑے لاڈ ہو رہے ہیں ماموں بھانجی میں۔" آپی نے چائے کا مگ اسے تھماتے ہوئے کہا تو وہ ہنس دیا۔

"ان کی چچی جان کا فون آیا تھا۔ چند دنوں کے لیے آصف آ رہا ہے کراچی۔ وہ یہیں ٹھہرے گا۔" ان کی اطلاع پر وہ سر ہلاتے ہوئے چائے کے گھونٹ بھرنے لگا۔ تو ساری تھکن تحلیل ہوتی محسوس ہونے لگی۔

اس کے یکلخت بدلنے کی وجہ اب بالکل سامنے تھی۔ وہ بظاہر ٹی وی اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھا مگر اس کا ذہن کہیں اور سوچ رہا تھا۔

☆☆☆

"چلو بھئی مجھے آرڈر ہوا ہے کہ تمہیں اب یونیورسٹی پک اینڈ ڈراپ کرنے کی ذمے داری میری ہے۔" آپی ندا کو گیٹ تک چھوڑنے گئیں تو وہ بہت بے تکلفی سے اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ جو سامنے بیٹھی بھی صدیوں کے فاصلے پر محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے اخبار پر سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا پھر سرد لہجے میں بولی۔

"شکریہ۔ میں پبلک ٹرانسپورٹ کے استعمال سے اچھی طرح آگاہ ہوں۔"

"دیکھو صاف بات بتاؤں اگر تمہارے دل کو ٹھیس نہ پہنچے تو۔ وہ یہ کہ مجھے آپی نے سختی سے کہا ہے ورنہ دل تو میرا بھی نہیں چاہ رہا۔ دیکھو نا اب تمہارا روٹ الگ ہے اور میرے آفس کا الگ۔" اس کے اس طرح جتانے پر وہ تپ کر رہ گئی۔

"آپ کو میرے دل کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اتنی فضول باتوں سے میرے دل کو کچھ نہیں ہوتا۔"

"اوکے..... تو پھر چلیں؟" وہ بڑے اطمینان سے پوچھ رہا تھا۔ اس کا جی چاہا کپ اٹھا کر گرم گرم چائے اس کے مسکراتے ہوئے چہرے پر ڈال دے۔

"مجھے نہیں جانا۔..... خصوصاً تمہارے ساتھ۔" چند لمحوں تک وہ خود پر قابو پاتی رہی پھر خشک لہجے میں بولی۔ اسے چنداں غرض نہیں تھی کہ وہ اس کے اس انداز پر کیا سوچے گا یا اس کے طرز عمل کا ان دونوں کے رشتے پر کیا اثر پڑے گا۔ وہ شانے اچکا کر اٹھا اور بھائی جان کی گاڑی کی چابی ٹیبل پر سے اٹھائی جو وہ اس کے حوالے کر گئے تھے۔ آپی تیز قدموں سے اندر آئیں تو معیز کو جانے کو تیار اور ایمان کو یونہی بیٹھا دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔

"آج یونیورسٹی نہیں جا رہیں تم؟"

وہ بالکل تیار بیٹھی تھی۔ اس لیے جھوٹ بھی نہیں بول سکتی تھی۔ لیکن معیز کے ساتھ جانا بھی گوارا نہیں تھا۔ صاعمہ آج کل وین پر جا رہی تھی۔ کیوں کہ بھائی جان نہیں تھے۔ اس کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ بولیں۔

"تو پھر جلدی اٹھو نا معیز کو بھی دیر ہو رہی ہے۔"

"بھابی اسٹاپ پوائنٹ سے چلی جاؤں گی....." وہ بے بسی سے بولی تو وہ استعجاب سے اسے دیکھنے لگیں۔

"پاگل تو نہیں ہو گئیں۔ گھر میں گاڑی ہے اور تم پوائنٹ سے جاؤ گی؟"

وہ لب کچل کر رہ گئی۔

"اگر تم اس سے شرما رہی ہو تو اس کی کوئی ضرورت نہیں یہ وہی معیز ہے۔"

"اُف۔ ایک تو بھابی موقع محل دیکھے بغیر ہی بات کر دیتی تھیں۔" اس کو اپنے چہرے سے آگ کی لپٹیں اٹھتی محسوس ہوئیں۔ معیز ہنسی دبا کر باہر کی طرف بڑھا تو وہ بھی منہ پھلائے اٹھ کھڑی ہوئی۔

گاڑی میں بیٹھ کر اس نے زور سے دروازہ بند کر کے

شاید اپنا غصہ دکھانے کی کوشش کی تھی جب کہ وہ لاپروائی سے گنگناتا ہوا گاڑی اسٹارٹ کررہا تھا۔ وہ کھڑکی سے باہر جھانکتی بہت بے نیاز بننے کی کوشش کررہی تھی۔

"کیا واقعی آپ سچ کہہ رہی تھیں کہ تم مجھ سے شرما رہی تھیں؟" اس کے سوال نے ایمان کا دماغ گھما دیا۔

"جی نہیں۔ مجھے اتنی فضول حرکتیں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ بہت تڑخ کر بولی تو وہ سکون سے پر سکون لہجے میں بولا۔

"ہاں واقعی..... مجھ سے کیسی شرم۔" اس کی بات کو اور بڑھاوا دینے پر وہ جل کر خاک ہونے لگی۔

"میں اس وقت بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" اپنی طرف سے ایمان نے اس کو منہ توڑ جواب دیا تھا مگر جواباً وہ اسی کو ساکا گیا۔

"بالکل میری طرح۔" اس نے فوراً ایمان کی بات کی تائید کی۔ "اس وقت میرا بھی بالکل اکیلے سفر کرنے کو دل چاہ رہا تھا۔ مگر مجبوری تھی نا۔"

وہ دانتوں پر دانت جمائے بمشکل ضبط کر کے رہ گئی۔ کس قدر رذیل شخص تھا۔ پہلے کبھی اندازہ ہی نہیں ہوا تھا کہ وہ دل جلانے میں کمال رکھتا ہے۔ یہ تو اب بھید کھل رہا تھا۔ اس کی تمام توجہ اور اپنائیت خواب گزشتہ محسوس ہورہی تھی۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ یہ گاڑی بھائی جان کی ہے۔ اگر تمہارے اکیلے سفر کرنے کا اتنا ہی موڈ ہورہا تھا تو پبلک ٹرانسپورٹ استعمال کرسکتے تھے۔" اس نے بھی اخلاقیات کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ وہ کمال لاپروائی سے ہنسا۔

"جس کی لاٹھی اس کی بھینس، تم یہ کہہ سکتی ہو جس کی چابی اس کی گاڑی۔" وہ اس کی بات میں مزید الجھے بغیر اور چڑنے لگی۔ تاثر یہی دیا کہ جتنی چاہے بولتے رہو مگر اس کا یوں خاموش بیٹھے رہنا اگلے چند لمحوں میں مشکل ہوگیا اس کی گنگناہٹ جی کا جنجال بننے لگی۔

"کوئی وعدہ نہیں ہم میں
نہ آپس میں بہت باتیں
نہ ملنے میں بہت شوخی
نہ آخر شب مناجاتیں۔"

دل میں اٹھتے شور اور معیز کی آواز کو دبانے کے لیے اس نے ہاتھ بڑھا کر کیسٹ پلیئر آن کردیا۔

"شور برپا ہے خانۂ دل میں
کوئی دیوار سی گری ہے ابھی"

ناصر کاظمی کی پرسوز غزل مغنیہ کی آواز میں گونجی تو لحظہ بھر کو ایمان کا دل بھی ٹھہر سا گیا۔

"بھری دنیا میں جی نہیں لگتا
جانے کس چیز کی کمی ہے ابھی"

معیز نے ہاتھ بڑھا کر آواز مدھم کی تھی۔

"میرا یقین خیال کہ اب تمہارے پاس کس چیز کی کمی ہو۔" اس کے لفظوں میں چھپی معنی خیزی کو وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔

"بعض اوقات ہم سب کچھ سمجھ کر جس چیز کو اپنا لیتے ہیں وہ زرا گھاٹے کا سودا لگتی ہے۔" وہ چیخ کر بولی تو وہ اسی دل جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ تفہیمی انداز میں سر ہلانے لگا۔

"یہ بات مجھ سے بہتر بھلا اور کون جان سکتا ہے۔" وہ سن ہوکر رہ گئی۔

یہ ٹھیک ہے کہ وہ جبراً اس رشتے پر آمادہ ہوا تھا مگر یوں صاف لفظوں میں جتانا کس قدر گھٹیا بات تھی۔ اسے اپنے آنسو روکنے میں بہت وقت ہورہی تھی۔ سر جھکا کے وہ اپنے بائیں ہاتھ کی انگلی میں موجود گولڈ کی نازک سی انگوٹھی کو گھور رہی تھی۔

"کچھ تو نازک مزاج ہیں ہم بھی۔
اور یہ چوٹ بھی نئی ہے ابھی
دل میں اک لہر سی اٹھی ہے ابھی
کوئی تازہ ہوا چلی ہے ابھی"

اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹیپ بند کردیا۔ پھر گویا وضاحت کی۔

"آج میں ذرا اچھے موڈ میں رہنا چاہتا ہوں، تم یہ اداس غزلیں گھر جاکے سن لینا۔ میری تو ہزار بندوں کے ساتھ میٹنگز رہتی ہیں۔ تو ان میں سے بعض "خاص" بھی ہوتے ہیں۔ اس لیے ذرا فریش رہنا چاہیے۔" اس کی تمام تر باتوں سے قطع نظر وہ گاڑی رکتے ہی دروازہ کھول کر اتری اور زور سے دروازہ بند کرتے ہوئے کھڑکی میں جھک کر غصے سے بولی۔

"مجھے لینے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود آجاؤں گی۔"

"تھینک گاڈ۔" وہ فوراً بولا۔ "میں بھی یہی کہنا چاہ رہا تھا مگر جھجک آڑے آرہی تھی۔" اس کی حد درجہ ڈھٹائی پر ایمان کو رونا آنے لگا۔ دل ہی دل میں اسے ان تمام گالیوں سے نوازا جو یاد تھیں۔ وہ اطمینان سے گاڑی لے اڑا۔ ایمان پلکیں جھپک کر آنسو اندر اتارتی گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

آصف کراچی آیا تو ہمیشہ کی طرح انہی کے ہاں ٹھہرا تھا۔

ہمیشہ کی طرح سنجیدہ اور قدرے شرمیلے سے آصف سے سلام دعا کے دوران وہ انکھیوں سے معیز کو بھی دیکھ رہی تھی۔ جو اکتائی ہوئی شکل بنائے بیٹھا تھا۔ اس کے دل کو بہت طمانیت کا احساس ہوا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ آصف کو زیادہ پسند نہیں کرتا کیوں کہ چچی جان ایک بار ایمان کے لیے آصف کے رشتے کی بات کرچکی تھیں۔ وہ تو بھائی جان اور بھابی ہی نے مناسب الفاظ میں انکار کرڈالا تھا کیوں کہ آصف اور ایمان کی طبیعتوں کے ساتھ ساتھ دونوں گھرانوں کے ماحول میں بھی بہت فرق تھا۔

"اس دفعہ تو آپ بہت عرصے کے بعد آئے ہیں۔ میں اتنے دنوں سے آپ کا انتظار کرتی رہی۔" ایمان نے جوش بھرا شکوہ کیا تو وہ لجا گیا۔

"واقعی انتظار تو میں نے بھی بہت کیا تھا۔" معیز نے تاسف سے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"کاش تم تین ماہ پہلے آجاتے تو حالات کچھ اور ہوتے۔" اس کے الفاظ پر ایمان کو اپنی پیشانی تپتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ وہ بھول گئی کہ وہ کیا کہنے والی تھی۔

"اس دفعہ میں کافی دن رہنے کے ارادے سے آیا ہوں۔" آصف اپنی اس قدر پذیرائی پر خاصا خوش تھا۔ پچھلے سات ماہ پہلے جب وہ آیا تھا تب سے اس کا دل گویا یہیں اٹکا ہوا تھا۔ واپس جا کر بھی جب چین نہیں آیا تو اس نے اس بار فائنلی چکر لگایا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا جو اسے محسوس ہو رہا ہے وقتی اثر ہے یا واقعی دل کی لگی ہے۔ اس کے بعد یقیناً وہ فیصلہ کر کے ہی یہاں سے جاتا۔

"چلیں یہ بھی اچھا ہوا۔ میں خود کوئی بہت اچھی کمپنی چاہ رہی تھی۔ آپ کے ساتھ خوب مزہ آئے گا۔" ایمان نے خود کو سنبھالنے کی پوری کوشش کی تھی۔ آصف حسب عادت جھینپ گیا۔

بھابی نے بروقت آکر کھانا لگنے کی اطلاع دی تو وہ دل ہی دل میں ان کی مشکور ہوتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ کتنی ہی دیر سے بستر پر کروٹیں بدل رہی تھی۔ مگر نیند آنکھوں سے گویا روٹھ ہی گئی تھی۔ معیز کا رویہ تیر کی طرح اس کے دل میں گڑ گیا تھا۔ وہ تو پرانی دوستی کا بھی لحاظ نہیں کر رہا تھا۔ یوں بات کرتا تھا کہ اس کا تن من جلا کر خاک کر ڈالتا تھا۔ اتنے ہی بہادر تھے تو صاف انکار کر دیتے تمہارا وہ روپ اس روپ سے تو بہتر ہی ہوتا۔ اس نے بے دردی سے آنکھیں رگڑی تھیں۔ دل اس کے خلاف ہو رہا تھا۔

میں خواب بن کے اسے نیند میں دکھائی دوں۔
وہ جو میرا قرب چاہے تو میں اس کو جدائی دوں
کچھ اس طرح سے مجھے چاہیے کہ ہر گھڑی
میں دھڑکنوں کی طرح اسے قلب میں سنائی دوں
تڑپ تڑپ کر مجھے مانگتا رہے لیکن
سوائے اپنے میں اسے ساری خدائی دوں
کتاب کھول کے دیکھے تو میرا چہرہ ہو

میں ورق ورق میں اس کو دکھائی دوں۔
خدا کرے..... خدا کرے معیز جسے تم چاہتے ہو وہ تمہیں کبھی نہ ملے۔ پھر تمہیں احساس ہو کہ ٹھکرایا جانا کیسا لگتا ہے۔" روتے ہوئے اس نے بہت دکھی دل سے اسے بد دعا دی تھی۔

☆☆☆

اور پھر ایمان نے بھی سوچ لیا تھا کہ اگر معیز اس قدر بے اعتنائی پر اتر سکتا ہے تو وہ بھی اسے اتنی ہی اہمیت دے گی جتنی کہ وہ اسے دے رہا تھا۔
یہ وجہ تھی کہ اس نے آصف کے پاس زیادہ سے زیادہ بیٹھنا اور اس کے ساتھ گفتگو کرنا شروع کر دیا تھا۔ کہیں لاشعور میں یہ خیال بھی تھا کہ شاید یونہی ہمیشہ کی طرح آصف سے جیلس ہو کر وہ اس سے جھگڑنے لگے گا۔ اور پھر سے وہی دن واپس لوٹ آئیں گے جب ان کی بہت اچھی دوستی ہوا کرتی تھی۔ مگر شعوری طور پر وہ اسے بھی یونہی نظر انداز کر رہی تھی جیسے کہ وہ اسے کر رہا تھا۔
وہ بازار جانے کے لیے تیار ہو کر کمرے سے باہر آئی تو لاؤنج میں معیز کو کارپٹ پر ٹانگیں دراز کیے صوفے سے ٹیک لگائے "محو مووی" دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔
"بھابی! بھابی!" اس نے وہیں کھڑے کھڑے بھابی کو پکارنا شروع کر دیا۔ انہوں نے کچن میں سے جھانکا تھا۔
"کیا بات ہے؟"
"بھابی آصف کہاں ہے؟" وہ جھلا کر پوچھ رہی تھی۔
جواباً انہوں نے لاعلمی کا اظہار کر دیا۔ وہ جھنجلاتی ہوئی صوفے پر آ بیٹھی۔ اس نے جیولر کو ٹاپس کا آرڈر دیا ہوا تھا۔ آج وہی لینے اس نے جانا تھا۔ اور ابھی چند منٹ پہلے وہ آصف کے ساتھ جانے کا پروگرام بنا کر کپڑے بدلنے کے لیے گئی تھی مگر جب لوٹی تو وہ غائب تھا۔
بھابی فارغ ہو کر آئیں تو اسے یونہی بیٹھے دیکھ کر حیران ہونے لگیں۔
"گئی نہیں تم؟"
"جانا تو تھا مگر وہ آصف پتہ نہیں کہاں چلا گیا ہے۔"
وہ غصے سے بولی۔
"معیز! تمہیں پتہ ہے؟" بھابی نے لاپروائی سے اپنی مصروفیت میں مگن معیز سے پوچھا تو وہ حد درجہ بے نیازی سے بولا۔
"اسے ذرا میں نے بازار بھیجا ہے آئسکریم پارلر تک۔ خدا کا دل چاہ رہا تھا میں نے سوچا منگوا دوں۔"
اس کے یوں اطمینان سے کہنے پر ایمان کا جی چاہا کوئی شے اٹھا کر اس کے سر پہ دے مارے۔
"تو پہلے کیوں نہیں بتایا؟" وہ دانت پیس کر بولی جبکہ معیز نے اسی بے نیازی سے کہا۔
"پہلے تم نے مجھ سے پوچھا ہی نہیں۔" وہ سلگ کر رہ گئی۔ بھابی کے وہاں سے اٹھتے ہی وہ غصے سے بولی۔
"میں نے تمہارے سامنے آصف کے ساتھ بازار جانے کا پروگرام بنایا تھا پھر تم نے اسے کیوں بھیجا ہے؟"
"میں نے صرف اسے جانے کو کہا تھا' بھیجا نہیں ہے۔ آگے اس کی اپنی مرضی تھی' وہ چلا گیا۔" وہ بہت آرام سے کہہ رہا تھا۔
"تم جان بوجھ کر ایسی حرکتیں کرتے ہو۔" وہ تلملا کر بولی معیز نے حیران ہو کر اسے دیکھا پھر بولا۔
"مجھے کیا ضرورت پڑی ہے۔ کیا مجھے نہیں پتہ کہ یہ بلا میرے سر پڑ جائے گی۔" اس کے یوں بلا کہنے پر وہ چراغ پا ہونے لگی۔
"اپنی شکل دیکھی ہے' کبھی آئینے میں۔ وہ تو نہیں کیوں میں نے تمہیں اپنے پلے بندھوا لیا ورنہ اگلے دس سالوں تک کوئی تمہیں اپنی بیٹی کا رشتہ نہ دیتا۔" وہ سوچے سمجھے بول رہی تھی۔
"کاش میں نے دس سال مزید انتظار کر لیا ہوتا۔" وہ تاسف سے بولا پھر بڑے دوستانہ انداز میں پوچھنے لگا۔
"ویسے بائی دا وے تم نے ایک ایسے شخص سے منگنی کیے کر لی جسے کوئی بھی اپنی بیٹی کا رشتہ دینے پر آمادہ نہیں تھا؟"
ایمان کو اپنا چہرہ تپتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

''یہ صرف بھائی اور بھابی کی ضد ہے اور بس.....'' وہ تنفی سے بولی پھر ساتھ ہی اسے جتا بھی دیا۔ ''میں صرف مناسب وقت کے انتظار میں ہوں۔ جونہی تم سے بہتر کوئی ملا تو.....'' وہ بات تو شروع کرگئی مگر پھر احساس ہوا کہ بات کا انداز غلط تھا' وہ خفیف سی ہوکر خاموش ہوگئی۔ مگر وہ تو جانے کون سی گیدڑ سنگھی سونگھے ہوئے تھا مسکراہٹ ہونٹوں سے جدا ہوہی نہیں رہی تھی۔ بڑے اطمینان بھرے وضاحت طلب انداز میں بولا۔

''یعنی کہ ابھی تک سب سے بہتر میں ہی ہوں؟''

''اونہہ؟'' وہ سلگتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''معیز اٹھو نا! ایمان کو ساتھ لے جاؤ۔'' بھابی نے آرڈر جاری کیا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''بھابی! اب کل چلی جاؤں گی۔'' ایمان کی اکتاہٹ چہرے سے ہی جھلک رہی تھی۔

''ڈونٹ بی سلی ایمی۔ آج تم نے نائلہ کے لیے گفٹ بھی خریدنا ہے' کل اس کی مہندی ہے یاد نہیں تمہیں؟'' بھابی نے حیرت سے پوچھا تو وہ پیشانی پر ہاتھ مارتی صوفے پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئی۔

''مائی گاڈ.....! یہ میں کیسے بھول گئی؟''

اسے واقعی بہت حیرت تھی کہ وہ اتنی اہم بات کیسے بھول گئی۔ اس نے بہت سلگتی ہوئی سی نگاہ معیز پر ڈالی تھی۔ ایک اس شخص نے اسے اپنی سدھ بدھ بھلا کر رکھ دی تھی۔

چلو اب اٹھ جاؤ نا' بازار میں بھی کتنا ٹائم لگ جاتا ہے۔'' بھابی نے اس کا رخسار تھپتھپاتے ہوئے کہا تو وہ بے بسی سے رسٹ واچ دیکھنے لگی۔ پھر روہانسی آواز میں بولی۔

''پتہ نہیں یہ آصف کا بچہ کہاں رہ گیا ہے۔''

''اب اٹھ بھی جاؤ۔ راستے میں ڈھونڈ لینا' آصف کے بچے کو۔'' معیز بہت اکتا کر بولا۔ پہلے تو شاید وہ نہ جاتی مگر اب مجبوراً جانا پڑ رہا تھا۔ بھابی نے پیسے لاکر اسے تھمائے تھے۔

حسب سابق ایمان نے زور سے دروازہ بند کیا تھا۔

''میں بالکل بھی تمہارے ساتھ آنا نہیں چاہ رہی تھی۔'' بیٹھتے ہی اس نے جتانا ضروری سمجھا تھا۔ معیز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے اگنیشن میں چابی گھماتے ہوئے محظوظ کن نظروں سے اسے دیکھا۔

''اپنے اپنے ظرف کی بات ہے۔ تم نے جتا دیا اور میں چپ ہوں حالانکہ اس وقت میری کسی سے بہت خاص میٹنگ تھی۔'' ادھار تو وہ رکھتا ہی نہیں تھا۔ لمحہ بھر کو وہ چپ رہ گئی۔ وہ گاڑی گیٹ سے باہر نکال لایا تھا۔ کافی دیر تک وہ کھڑکی سے باہر جھانکتی رہی۔

''کون سے جیولر کے پاس جانا ہے؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔ ایمان نے اکتائے ہوئے انداز میں اسے شاپ کا نام بتایا تھا۔

ٹاپس لے کر اس نے پے منٹ کی تب وہ انگوٹھیاں نکلوائے دیکھ رہا تھا۔

''چلیں.....'' وہ بادل ناخواستہ اس سے مخاطب ہوئی تو وہ ایک بہت خوب صورت سی گولڈ رنگ ہاتھ میں لیے اس کی طرف پلٹا۔

''یہ ذرا پہن کے دکھانا۔''

''جی نہیں شکریہ..... چلیں اب۔'' وہ بہت خشک انداز میں بولی مگر ادھر اثر کہاں تھا۔

''کم آن یار پہن کے تو دیکھو۔'' دکان کے مالک کے سامنے وہ جزبز ہوکر رہ گئی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے رنگ اس کے ہاتھ سے لے کر اپنی دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہن کر دکھئی۔

''ٹھیک ہے.....'' وہ طمانیت سے بولا اور مڑ کر پے منٹ کی بات کرنے لگا۔ ایمان کو غصہ آنے لگا چنانچہ وہ شاپ سے نکلتے ہی اس سے الجھنے لگی تھی۔

''مجھے نہ تو شوق ہے تمہاری دی ہوئی رنگ پہننے کا اور نہ ہی میں یہ لے رہی ہوں۔''

انگوٹھی اس کے ہاتھ میں تھمائی تو وہ گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے ٹھٹک گیا۔ ایک نظر اس کے سرخ ہوتے

چہرے پر ڈالی پھر گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس کے لیے دروازہ کھولا۔

"میرے خیال میں تمہیں کوئی غلط فہمی ہو رہی ہے۔ یہ رنگ میں تمہیں گفٹ کرنے کے لیے نہیں لے رہا تھا۔ تمہارا تو صرف ناپ لیا ہے۔ یہ تو میں نے کسی اور کے لیے خریدی ہے۔"

اس کی وضاحت پر لحظہ بھر کو ایمان کی دھڑکنیں سست پڑ گئیں۔ ساتھ ہی خجالت نے چہرے پر سرخی بکھیر دی۔

اگلے چند منٹ خاموشی سے گزرے پھر اس نے گاڑی گفٹ شاپ کے سامنے روک دی۔ وہ ایمان کے ساتھ نہیں اترا تھا۔ ایمان بھی اسے نظر انداز کرتی ہوئی نائلہ کے لیے گفٹ خریدنے چلی گئی۔

"تم میرے ساتھ بہ خوشی نہیں چل سکتے تو میں بھی تمہارے ساتھ ہم قدم ہونے کی روادار نہیں ہوں۔" اشتعال کی خفیف سی لہر کے زیر اثر ایمان نے سوچا مگر ساتھ ہی اس کی پلکیں بھی بھیگ گئیں۔ کتنا برا کیا تھا معیز نے اس کے ساتھ۔ وہ خود کو سنبھالتی گفٹ شاپ میں داخل ہو گئی..... بہت آرام اور اطمینان کے ساتھ اس نے گفٹ خریدا پیک کرایا اور پھر پے منٹ کر کے نکلی۔ اس سارے عمل میں اسے اچھی خاصی دیر ہو گئی مگر اسے خوشی تھی کہ وہ معیز کو خوب انتظار کروا رہی تھی۔ اس نے گفٹ پیک پچھلی سیٹ پر رکھتے ہوئے اطمینان سے نشست سنبھالی تو وہ گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

"شکر ہے کہ تم ہمیں مل گئیں ورنہ میں تو سوچ رہا تھا کہ کہیں تم گھر پہنچ گئی ہو اور آپی سے خوب ڈانٹ پڑے گی۔" وہ طمانیت سے بولا۔ ایمان نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا تو وہ مزے سے ہنس کر بولا۔

"میں نے سوچا کہ اتنی جلدی تو تم گفٹ خریدو گی نہیں۔ بہتر ہوگا کہ میں اپنا گفٹ ہی دے آؤں۔ اور ویسے بھی تمہیں پتہ ہے کہ انتظار کرنا مجھے زہر لگتا ہے۔ ابھی آ رہا ہوں میں گفٹ دے کر۔"

ایمان کا دل جل کر خاک ہو گیا۔ اس کا جی چاہا کہ ہاتھ میں موجود انگوٹھی اتار کر اس کے منہ پر دے مارے۔ کتنی ڈھٹائی سے وہ اس کے سامنے اپنے عشقیہ کارناموں کا اعتراف کر رہا تھا۔

"سنو! کیا تم اس رشتے سے خوش نہیں ہو؟" وہ اس سے مخاطب تھا۔

"اگر مجھے اس رشتے کے مقابل چوائس ہوتی تو میں سو فیصد خودکشی کو ترجیح کرتی۔" وہ کھڑکی سے باہر دیکھتی بے حد تلخی سے بولی۔ اندر کا موسم بے حد بھیگا بھیگا سا ہو رہا تھا۔ رونے کو جی چاہ رہا تھا۔ اور اوپر سے وہ دل جلانے والی باتیں کر رہا تھا۔

"تھینک گاڈ....." وہ بے ساختہ بولا تھا۔ "ورنہ سارا الزام مجھی پر آتا تھا۔"

"تم نے بھائی کو کیوں نہیں بتایا کہ تم کسی کو پسند کرتے ہو؟" وہ عام سے انداز میں پوچھنے لگی مگر جس دل سے پوچھا تھا یہ وہی جانتی تھی۔

"اب تم سے کیا چھپانا..... بتایا تھا میں نے آپی کو۔" وہ گاڑی کی اسپیڈ قدرے آہستہ کرتے ہوئے بڑے دوستانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ وہ مشتعل ہو گئی۔

"تو پھر میری زندگی برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں تمہارے بغیر مرنے والی نہیں تھی۔"

"میں نے یہ کب کہا۔ وہ تو آپی ہی کہہ رہی تھیں کہ تم مجھ سے...؟" وہ اس کے اشتعال کی پروا کیے بغیر لاپروائی سے کہہ رہا تھا۔ بڑھتی ہوئی ٹینشن کے زیر اثر وہ چیخ کر اس کی بات کاٹ گئی۔

"نفرت ہے مجھے فضول لوگوں سے۔ اور تم....." وہ لب بھینچ گئی۔

"ویسے یہ سب کچھ تم آپی بلکہ خصوصاً بھائی جان کے سامنے نہیں کہہ سکتیں؟" وہ ملتجیانہ انداز میں پوچھنے لگا تو وہ اس پر الٹ پڑی۔

"تم خود کیوں نہیں کہہ دیتے۔ اتنا احسان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جسے چاہتے تھے اسی کو لے آتے دکھا دیتے اپنی آپی اور بھائی جان کو۔"

"بھائی جان کی میں بہت عزت کرتا ہوں میں انہیں انکار نہیں کرسکتا تھا۔ اور سائیڈ افیئرز کا کیا ہے وہ تو شادی کے بعد بھی چلتے رہتے ہیں۔" وہ بڑے آرام سے کہہ رہا تھا۔ اس کی اس قدر کمینگی پر وہ کئی لمحوں تک دکھ کے حصار میں گھری اسے دیکھے گئی۔ پھر بڑے ضبط سے بولی۔

"تم عزت کررہے ہو ان کی؟ تم پہلے کبھی اتنے کمینے نہیں تھے معیز۔"

"دیکھو ایمی! ہر انسان کا اپنی زندگی پر حق ہوتا ہے۔ یہ قربانی وغیرہ کا خیال بہت فرسودہ ہو چکا ہے۔ کوئی بھی شخص بنا زمانہ کسی کے لیے قربانی نہیں دے سکتا اور محبت کی قربانی دینے کا مطلب پتہ ہے کیا ہوتا ہے؟ محبت کا دوسرا نام ہے سکھ، چین، خوشی، آرام، سکون اور یہ سب چیزیں کسی بھی شخص کی زندگی ہوتی ہیں۔ سوچو اگر محبت نہ ملے تو کیا ہوتا ہے۔ ان میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں محبت بھی رکھوں گا اور کسی کا مان بھی۔" وہ اس کے دیئے گئے خطاب کو نظر انداز کر کے بہت سنجیدگی سے اپنا مافی الضمیر بیان کررہا تھا۔ ایمان کا ضبط جواب دینے لگا۔ تو وہ بے حد تلخی سے بولی۔

"گاڑی کی اسپیڈ بڑھاؤ اور آئندہ کبھی مجھے ایمی مت کہنا۔ تم سے میرا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ ایک دوستی تھی اس کا بھی تم نے اصولوں کا خیال نہیں رکھا۔"

جواباً اس نے کچھ کہا نہیں بس ایک نظر اس کے تمتماتے چہرے پر ڈال کر اس نے گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی تھی۔ ایمان جس مشکل سے اپنے آنسو روک رہی تھی یہ وہی جانتی تھی۔ معیز وہ شخص تھا جو اس کی پہلی سوچ، پہلا خواب اور پہلی خواہش تھا۔ اور جب سوچیں تباہ ہو جائیں، خواب اجڑ جائیں اور خواہشیں ناتمام رہ جائیں تو زندگی کیسے گزاری جاسکتی ہے؟

ایسا مت کرو معیز اس کا رواں رواں پکار اٹھا تھا مگر وہ اس دل کا کیا کرتی؟

وہ گھر پہنچی تو آصف ٹی وی لاؤنج میں ندا کے ساتھ لڈو کھیل رہا تھا۔ ساتھ میں سامعہ بھی تھی۔ مگر وہ کسی کی پروا کیے بغیر آصف پر الٹ پڑی۔

"میں نے تمہیں کہا تھا کہ میرے ساتھ مارکیٹ چلنا ہے پھر کہاں غائب ہو گئے تھے۔ اتنی خواری اٹھانا پڑی مجھے تمہاری وجہ سے۔"

"الٰہی خیر..... ایمی کیا ہو گیا ہے؟" سامعہ گڑبڑائی تھی۔ وہ خود پر قابو پاتی صوفے میں دھنس گئی۔ پھر سامعہ کی طرف متوجہ ہوئی۔

"تم کہاں مرگئی تھیں۔ پتہ نہیں تھا مجھے آج جیولر کے پاس جانا تھا اور نائلہ کی شادی کے لیے گفٹ لینا تھا۔"

"او گاڈ..... اس سے کیا کہہ دیا معیز بھائی۔ اصولاً تو اس کا موڈ بہت خوش گوار ہونا چاہیے تھا؟" وہ پیچھے آتے معیز سے مخاطب تھی۔ وہ بہت فریش موڈ کے ساتھ ان کے ساتھ کارپٹ پر آ بیٹھا۔

"دیکھ لو پھر بھی میرا موڈ تو اے ون ہے۔" جیسے اس نے اپنی قوت برداشت کی داد چاہی تھی۔ ایمان اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"معیز بھائی! آپ نے ضرور کچھ الٹا سیدھا کہا ہے ایمی سے۔ ورنہ تو اس کو غصہ نہیں آتا۔" سامعہ نے گردن موڑ کر غصے کے عالم میں اٹھ کر جاتی ایمان کو دیکھتے ہوئے مشکوک انداز میں کہا تو وہ ہنس دیا۔

"غلط فہمی ہے تمہاری۔ شکر کرو کہ میرا سر سلامت رہ گیا ہے۔"

"مجھ پر بھی خفا ہو رہی تھی۔" آصف بے چارہ مفت میں شرمندہ ہو رہا تھا۔

"وہ کیا پرائم منسٹر ہو گئی ہے جو ہم اس کے موڈ کی فکر میں ہلکان ہوتے رہیں۔ فارگیٹ اٹ۔ دوسرے لفظوں میں... مٹی پاؤ۔" معیز نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا تو سامعہ اسے گھورتے ہوئے اٹھ گئی۔

"مجھے لگ رہا ہے کہ آپ دونوں ہی کا دماغ خراب ہو گیا ہے اکٹھے سفر راس نہیں آیا۔"

"بی انڈ ویو جا کر اس ملکہ جذبات سے کرو۔" معیز

نے اسے ٹہلایا تھا۔

"ندا.... تمہارے سر آ گئے ہیں۔ چلو بیٹا۔"

بھابی نے ندا کو ان فارم کیا تو وہ آصف سے گیم پورا کرنے کا وعدہ لیتی ڈرائینگ روم میں چلی گئی۔

"آپی چائے۔" معیز نے فرمائش کی تھی پھر آصف کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"تم کہاں رہ گئے تھے؟"

"وہ میں آئسکریم لے کر آ رہا تھا کہ سامعہ مل گئیں۔ انہوں نے مجھے کیک لانے کے لیے بھیج دیا۔" وہ شرمسار سا بتا رہا تھا۔

"لانے یا بنانے؟" معیز نے ریموٹ سے چینل بدلتے ہوئے سرسری انداز میں طنز کیا تو وہ جلدی سے بولا۔

"انہوں نے مجھے فلیور نہیں بتایا تھا۔ میں فریش کریم کیک لے آیا تو وہ بولیں کہ آلمنڈ چاہیے۔ اس طرح مجھے دو چکر لگانے پڑے۔"

معیز نے تفہیمی انداز میں سر ہلا کر نظریں ٹی وی اسکرین پر جما دیں اسپورٹس چینل پر سائیکل ریس دکھائی جا رہی تھی۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تمہارا موڈ اس قدر بگڑا ہوا کیوں ہے؟"

سامعہ زچ آ کر پوچھ رہی تھی۔

"میرا کوئی موڈ نہیں بگڑا ہوا۔ میں تو یونہی کہہ رہی تھی۔" وہ نائلہ کے لیے خریدا ہوا گفٹ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولی تو کافی حد تک خود کو کمپوز کر چکی تھی۔

"ایمی! بیوقوف کسی اور کو بنانا"..... سامعہ نے اس کے جھوٹ کا اثر نہ لیتے ہوئے استہزا سے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ معیز بھائی سے جھگڑا ہوا ہے کیا؟" سامعہ کے رازداری سے پوچھنے پر وہ ڈریسنگ ٹیبل کی طرف پلٹ گئی۔

"میرا کسی سے کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔"

"پھر تمہارا موڈ کیوں خراب ہے؟" سامعہ نے زچ ہو کر پوچھا

کی تھی۔ وہ کچھ کہے بغیر لپ اسٹک کھول کر چیک کرنے لگی۔ پھر ہونٹوں پر ٹشو پھیر کر لائٹ براؤن لپ اسٹک صاف کی اور ڈیپ ریڈ کلر کی لپ اسٹک ہونٹوں پر پھیرنے لگی۔

"ایمی! تم ٹینس ہو رہی ہو۔" اب کی بار سامعہ نے پورے یقین کے ساتھ کہا تو وہ پلکیں جھپک کر نمی چھپانے لگی پھر موضوع بدلتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"کل چل رہی ہو نائلہ کی مہندی پر؟"

"بہت مشکل ہے۔ خالہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ صبح ہم سب کو جانا پڑے گا اسی لیے تو آج آ نہیں سکی۔ ماموں جان آئے ہوئے تھے۔"

"اف....." وہ پریشان سی اس کی طرف پلٹی۔ "تو میں کیسے جاؤں گی۔"

"تمہیں مارکیٹ گئی تھیں۔" سامعہ نے کہتے ہوئے ساتھ ہی کھوجتی نظروں سے اس کا چہرہ دیکھا تو وہ چپ سی ہو گئی تھی۔ پھر سامعہ کو اپنی طرف دیکھتے پا کر لاپروائی سے بولی۔

"چلو ٹھیک ہے۔ معیز کے ساتھ ہی سہی۔ یوں بھی سب فرینڈز کو بہت اشتیاق ہے اسے دیکھنے کا۔ میں تو سوچ رہی ہوں اس پر ٹکٹ لگا دوں۔ زبردست کمائی ہو گی۔"

سامعہ کو ہنسی آ گئی۔ وہ بولی۔

"اور اس مشن کا نام ہو گا۔ "منگیتر پرافٹ۔"

وہ بھی سامعہ کا ساتھ دینے کے لیے ہنس رہی تھی۔ حالانکہ اس وقت اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ تنہا ہو اور خوب روئے۔

دل کو بہلانے کے لیے اس نے الماری کھولی اور مہندی کے فنکشن کے لیے سوٹ کے متعلق سامعہ کی رائے لینے لگی۔

☆☆☆

"بھابی! میں آصف کے ساتھ چلی جاؤں؟" اس نے تیار ہو کر پوچھا تو وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔

"معیز کے ساتھ کیوں نہیں؟"

"وہ تو پتہ نہیں' کب آئے گا۔ پانچ بج رہے ہیں' نائلہ تو مجھے کچا چبا جائے گی۔" وہ تھکی تو انہوں نے اسے پچکارا تھا۔

"امی! وہ بتا کر گیا تھا کہ ساڑھے پانچ بجے تک آ جائے گا۔ اور تمہیں تو پتہ ہے کہ وہ کتنا پنکچول ہے۔"

ایمان نے گہری سانس لی پھر قدرے روہانسی ہو کر بولی۔

"بھابی پلیز' اب اتنا تیار ہو کے مجھ سے انتظار کی کوفت نہیں سہی جاتی۔ بس پچیس منٹ کا تو فاصلہ ہے۔ اور پھر گاڑی بھی موجود ہے۔"

"وہ خفا ہوگا امی۔" بھابی نے تنبیہ کی مگر اس نے یونہی ملتجیانہ تاثرات سجائے رکھے' ناچار انہیں اجازت دینی پڑی۔

"واپسی پر جتنے بجے آنا ہو فون کر دینا۔ اور امی ندا کو بھی ساتھ لے جانا اس کی آؤٹنگ ہو جائے گی۔"

"او کے بھابی" وہ طمانیت سے کہتی لاؤنج میں چلی آئی۔ آصف کو وہ پہلے ہی تیار کر کے آئی تھی۔ اب اس نے ندا کو بھی اٹھایا تھا۔

"ساجدہ کہیں جا رہی ہیں؟" آصف نے دبے دبے لفظوں میں پوچھا تو وہ غور کیے بغیر بولی۔

"وہ اپنی خالہ کے ہاں گئی ہوئی ہے۔"

راستے بھر ندا اس کے کان کھاتی رہی تھی۔

"اسے آئس کریم ضرور کھلا دینا واپسی پر۔" نائلہ کے گھر پہنچ کر اس نے آصف کو یاد دہانی کرائی تھی پھر ندا کو ہاتھ ہلاتی اندر چلی آئی۔

نائلہ کی امی اسے نائلہ کے کمرے میں لے گئیں' جہاں خوبصورت پیلے جوڑے اور پھولوں کے زیور سے سجی نائلہ دوستوں کے انتظار میں مگن تھی' وہ اسے دیکھتے ہی لپٹ گئی۔

"ساجدہ کا تو فون آ گیا تھا۔ میں سوچ رہی تھی کہ اگر تم بھی نہ آئیں تو میں حشر کھڑا کر دوں گی۔"

"مجھے تمہارے ارادوں کی پوری خبر تھی' بس اسی لیے آنا پڑا۔" اس نے گفٹ پیک نائلہ کے ہاتھوں میں تھماتے ہوئے کہا تو وہ ہنستے ہوئے اپنی کزنز سے اس کا تعارف کرانے لگی۔

"معیز بھائی کے ساتھ آئی ہو؟" نائلہ کے پوچھنے پر ایمان نے نفی میں سر ہلا دیا۔ مگر دل میں ایک ہوک سی اٹھی تھی۔ تمہارا اور میرا نام تو جیسے اب لازم و ملزوم ہو گیا ہے۔ کیسے میں انکار کر کے یہ بدنامی مول لوں؟ تم تو بے رخی کرتے ہوا سے اپنا لو گے اور میں؟

بہت سے شور اور ہنگاموں کے درمیان وہ بھی کھو گئی تھی۔ مہندی کا فنکشن بہت زبردست رہا تھا۔ وہ دلہن کی اکلوتی دوست تھی لہٰذا اسے آگے آگے رکھا گیا تھا۔ سلک اور آرگنزا کے ریشمی کڑھائی سے سجے لباس میں اس کی تمتمائی رنگت اور خوبصورت نقوش کئی نظروں کو طواف کرنے پر مجبور کر رہے تھے۔ آخر ہال آنے کے بعد گیارہ بجے دولہا والے واپس گئے تھے۔ اب لڑکی والوں کا ان کی طرف مہندی لے جانے کا پروگرام تھا۔ ایمان نے ٹائم دیکھا تو گھبرا گئی۔

"پلیز نائلہ' بہت لیٹ ہو جائے گا۔" اس کی شکل دیکھتے ہوئے نائلہ نے اسے واپسی کی اجازت دے دی تھی۔ ویسے بھی تقریب میں اس کی شرکت تو ہو چکی تھی۔ اس نے فون کیا تو ارادہ یہی تھا کہ بھابی سے بات کرے گی مگر شومئی قسمت فون معیز نے ریسیو کیا تھا۔

"مجھے واپس آنا ہے۔" اس نے لٹھ مار انداز میں کہا۔ اکیلے سے مراد معیز پر اپنی بے رخی جتانا تھا مگر وہ اس کو کیسی لگی دکھائے گا' یہ ایمان کو معلوم نہیں تھا۔ اس نے "اچھا" کہہ کر فون بند کر دیا تو وہ تلملا کر رہ گئی۔

"ہو گئی بات؟"

نائلہ نے پوچھا تو وہ بہ مشکل مسکرا پائی۔

"اچھا اب میرے پاس تو بیٹھو یار۔ یہ سب تو دہلانے والی باتیں کر رہی ہیں۔" نائلہ نے اسے کھینچ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ واقعی اس کی کزنز اس قدر شوخ و

...دوران کے کئی معنی خیز اور ذومعنی جملوں پر ایمان خود
...کر رہ گئی تھی۔
...ایک ساڑھے گیارہ بجے جب وہ سب مہندی لے
...رہے تھے تب اسے اطلاع ملی کہ گاڑی آ گئی ہے۔
...سب سے مل کر باہر آئی تو حسب توقع معیز کو دیکھ کر
...ت زدہ ہونے لگی۔
"ایمان بیٹا! کل ضرور آنا ہے تمہیں۔" نائلہ کی امی
...اسے یاد دہانی کرائی تو وہ مسکرا کر وعدہ کرتی باہر نکل

"تم کیوں آئے ہو؟" وہ حقیقتاً غصے میں پوچھ رہی
...معیز نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے آرام سے

"...آپی کا حکم تھا اس میں میری خواہش کا دخل نہیں۔"
...آصف موجود تھا اسے بھیج دیتیں۔ بلکہ میں نے
...کہا بھی تھا۔" وہ ہنوز اسی لہجے میں کہہ رہی تھی۔
"دیکھو مجھے یہ بات بالکل بھی پسند نہیں ہے کہ تم
...کے ساتھ کہیں آ ؤ جاؤ۔" وہ یکلخت ہی سختی سے بولا
...وہ تعجب سے اسے دیکھنے لگی پھر طنزیہ انداز میں

"...وجہ پوچھ سکتی ہوں اس قدر غیرت میں آنے کی؟"
"شٹ اپ" وہ آرام سے اسے ٹوک گیا۔ "تم میری
...ہو اور مجھے یہ پسند نہیں کہ میری منگیتر غیر مردوں کے
...یں پھرتی رہے۔"
"تو چھوڑ دو مجھے۔" وہ مشتعل سی چیخ اٹھی۔ "کتنی فضول
...بنا تھا وہ۔
"میں کیا پاگل ہوا ہوں۔ اتنی اچھی لڑکی کو چھوڑ
..." وہ لاپروائی سے کہتا اسے زہر لگا تھا۔ بہت ضبط
...ہوئے بھی اس کی آواز بھرا گئی۔
"اتنی اچھی ہوتی تو تم باہر دوستیاں نہ گانٹھتے
..."
"یہ تو سائیڈ افیئرز ہیں۔ ان کا کیا غم۔" وہ اطمینان
...بولا تو ایمان نے بھی اس کے اطمینان کی دھجیاں

بکھیرنے کی کوشش کی۔
"تو پھر میرے سائیڈ افیئرز بھی برداشت کرو۔"
لمحہ بھر کو ہونٹ بھینچنے کے بعد وہ ہنسا اور پھر ہنستا ہی چلا
گیا۔ ایمان کا جی چاہا کہ چلتی گاڑی میں سے چھلانگ لگا
دے۔
"ویری ویل سیڈ...... مگر میں پھر بھی برداشت نہیں
کروں گا کہ تم کسی غیر کے ساتھ روابط رکھو۔" اب وہ
مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
"تم مجھے ٹوکنے کا حق نہیں رکھتے کیوں کہ تم نے اپنی
مرضی سے گرل فرینڈ پال رکھی ہے۔ میں نے بھی تمہیں
منع نہیں کیا۔" وہ سختی سے بولی تو وہ وضاحت کرنے لگا۔
"دیکھو اصل بات یہ ہے کہ گرل فرینڈز تو جتنی چاہے
بنالو۔ مگر ہر مرد یہ چاہتا ہے کہ اس کی بیوی پڑھی لکھی ہو
خوب صورت ہو۔ عقل مند چاہے نہ ہو۔"
"لیکن لڑکیاں صرف یہی چاہتی ہیں کہ ان کا شوہر
شریف اور باکردار ہو۔" ایمان نے بھرپور طنز کیا تو وہ اثر
لیے بغیر بولا۔
"مگر ہر خواہش کہاں پوری ہوتی ہے۔ اور پھر تم نے تو
شوہر کی بات کی ہے۔ میں تو فی الحال منگیتر ہوں۔"
"اچھا اب تم مجھ سے بات مت کرو۔ خوامخواہ موڈ
خراب کرو گے۔" وہ بدلحاظی سے کہہ کر کھڑکی سے باہر
دیکھنے لگی۔ وہ لاپروائی سے شانے جھٹک کر کیسٹ
سلیکٹ کرنے لگا۔ گانا چیک کیا پھر کیسٹ ریورس
کی اور مطلوبہ گانا چلا دیا۔
"تم دل کی دھڑکن میں رہتے ہو رہتے ہو۔
بانہوں میں آجاؤ سپنوں میں کھو جاؤ
تم دل کی دھڑکن میں رہتے ہو رہتے ہو۔"
گانے کے بول گاڑی کے ماحول کو معنی خیز بنانے
لگے تو وہ جز بز ہو کر رہ گئی۔ چند لمحوں تک اس نے
برداشت کیا مگر جب وہ خود بھی وسل پہ وہی دھن بجانے
لگا تب اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹیپ ریکارڈر آف کر دیا۔
ساتھ ہی اسے جتانے والے انداز میں سنا بھی دیا۔

"مسلمان ہونے کے ناتے اس قدر اخلاق سوز گانے سننا تمہیں زیب نہیں دیتا۔"

وہ اس کی ٹیپ بند کرنے والی حرکت پر کچھ نہیں بولا مگر اس جملے پر مسکرا کر اس نے اس کا جملہ گویا اس کے منہ پر دے مارا۔

"محترمہ یہ گاڑی تمہارے بھائی جان کی ہے اور ظاہری بات ہے کہ یہ کیسٹس بھی انہی کی ملکیت ہیں سو اطمینان رکھو کہ میری مسلمانیت کو کوئی خطرہ نہیں۔"

"اوہنہ..... مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا میری طرف سے تم چاہے جہنم میں جاؤ۔" اس نے دانت پیس کر دھیمی آواز میں کہا۔ چند لمحوں تک وہ خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرتا رہا پھر اس کی طرف ایک نگاہ ڈال کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"ویسے آج تم اچھی لگ رہی ہو۔" اس کے پرستائش انداز کو نظر انداز کرتی وہ یونہی بالکل سامنے سڑک پر نظریں جمائے ساکت بیٹھی رہی۔

"ویسے ایک بات نوٹ کی ہے میں نے کہ تم پہلے اتنی بدتمیز نہیں تھیں بلکہ مجھ سے ہلکی سی جھڑپ تک بھی نہیں ہوتی تھی۔ اور اب تو یوں لگتا ہے جیسے میری تمہاری ازلی دشمنی چل رہی ہو۔" وہ بڑی دلچسپی سے اس کا یوں تجزیہ کر رہا تھا جیسے اس کی بے رخی سے اسے کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔

"تم بھی پہلے ایسے دغا باز نہیں تھے معیز۔ اور اگر تم نے نوٹ کر ہی لیا ہے تو ایک بات اچھی طرح سمجھ لو کہ میں بھی اس رشتے سے اتنی ہی الرجک ہوں جتنے کہ تم ہو۔ میرا بس چلے تو میں ابھی انکار کر دوں۔ آخر میری بھی کوئی پسند ہے مجھے بھی اپنی زندگی جینے کا کوئی حق ہے۔" دوبارا ایمان نے بھی تکلف رکھا تھا۔

"اچھا..." وہ ہنسا تھا جیسے اس کی بات سے بہت محظوظ ہوا ہو۔ "کون پسند ہے تمہیں؟"

"تم تو قطعی نہیں ہو۔" اس نے دل کی آواز کو دباتے ہوئے قطعیت سے کہا پھر بے رخی سے بولی۔ "جلد ہی تمہیں پتہ چل جائے گا پھر میں یہ انگوٹھی تمہارے منہ پر دے ماروں گی۔"

"دیکھو منگنی توڑ کر تو تم ویسے ہی مجھ پر احسان کر دو گی ایسے میں تم یہ انگوٹھی میرا گفٹ سمجھ کر رکھ لینا۔" وہ فوراً مشکور ہو کر بولا تو ایمان کو رونا آنے لگا۔ وہ کس قدر ذلالت پر اتر آیا تھا۔

"مجھے ایسے فضول گفٹس کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی تم اپنی کسی ہونی سونی کو دے دینا۔" اپنی آواز پر قابو پاتے ہوئے اس نے بہت تلخی سے کہا اور کھڑکی سے چہرہ لگا کر باہر جھانکنے لگی۔

"لو بھلا میں ایسی استعمال شدہ چیزیں تھوڑی دیتا ہوں۔" وہ بکواس کر رہا تھا۔ اور ایمان دعا۔ "خدا کرے مجھے بھی کوئی اور پسند آ جائے۔"

☆☆☆

آصف سے اس بار اس نے اچھی خاصی دوستی کر لی تھی۔ وہ ایمان اور سامعہ کو لے کر روزانہ ہی آؤٹنگ پر نکل جاتا تھا۔ اور یہی مسئلہ معیز نے اسے یونیورسٹی ڈراپ کرتے ہوئے چھیڑ دیا تھا۔

"تمہیں اس سے کیا۔ اور ویسے بھی پہلے وہ میرا کزن تھا اب اور بھی بہت کچھ ہے۔" وہ بہت بے رخی سے کہہ رہی تھی۔ معیز نے بڑی بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"ڈونٹ ٹیل می۔ وہ بدھو اور جنگلی بھلا تمہیں کیسے پسند آ سکتا ہے۔"

"مائنڈ یور لینگویج۔ اب تم اسے میرے سامنے یوں نہیں کہہ سکتے۔" ایمان نے اسے تنبیہہ کی تھی۔

"دیکھو میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تم مجھ پر اسے فوقیت۔" دو وہ صدمے کی سی کیفیت میں تھا۔ اس کی حالت ایمان کے دل کو بہت سکون دے رہی تھی۔

"وہ تم سے ہزار درجے بہتر ہے۔ اور پھر تمہیں سارے اصول و قواعد میرے ہی لیے کیوں یاد آتے ہیں؟" ایمان نے بڑے طنز سے پوچھا تھا۔

"دیکھو ایمی۔ تم میری منگیتر ہو۔ اور میں یہ برداشت

سکتا کہ تمہارا میرے سوا کسی سے افیئر ہو۔" وہ
سے کہہ رہا تھا۔ ایمان کو ہنسی بھی آئی اور رونا بھی۔
"میری زندگی کی بھی سب سے بڑی خواہش یہ ہے
منگیتر کا بھی صرف مجھی سے افیئر ہو۔ اور
کہ تم میرے معیار پر پورے نہیں اترتے۔" وہ بڑی
خوشی اور بے رخی بھرے انداز میں بولی تھی۔
"تم دیکھ لینا۔ وہ بڑا گھنا ہے۔ کہیں نہ کہیں افیئر
چلا رکھا ہوگا اس نے۔" وہ اسے بھڑکانے کی کوشش
کرنے لگا۔
"معیز! تم سے تو وہ اچھا ہے۔ تمہاری تو اصلیت کا ہی
بہت دیر سے پتہ چلا ہے۔ ورنہ میں یہ فیصلہ ہونے
..." وہ اکتاہٹ آمیز انداز میں کہتے ہوئے اسے
کچھ کہنے سے روک گئی۔
"لیکن تم میری..."
"میں تمہاری کچھ بھی نہیں ہوں۔ تمہاری سب کچھ وہ
ہے تم اس روز انگوٹھی دے کر آئے ہو۔ اینڈ مائنڈ
اگر تم افیئر چلا سکتے ہو تو میں بھی پابندیوں سے مبرا
..." وہ جتانے لگی تھی۔ معیز اس کی طرف والے کان
پر ہاتھ ڈال کر جیسے اسے بچپنا احساس دلانے لگا۔ اس کی
آواز کافی اونچی تھی۔
مگر وہ تو جیسے ہی اتنا ولا رہا تھا کہ وہ آؤٹ آف کنٹرول
ہو گئی۔
"تم جتنی جلدی ہو سکے بھابی سے منگنی ختم کرنے کی
بات کرو۔ میں مزید اس ٹینشن میں نہیں رہ سکتی۔"
"مجھے کیا ضرورت پڑی ہے آپی اور بھائی جان کی
نظروں میں برا بننے کی۔ اب تم نے آصف کو پسند کر ہی لیا
ہے تو یہ نیک کام کر دو۔" وہ بڑی ہوشیاری سے اسے
بلیک میل کر رہا تھا۔
"تم نے کسی کو پسند کیا تھا؟" وہ تلخی سے بولی۔ جواباً
وہ بڑے اطمینان سے کہتے ہوئے شانے جھٹکے
...
میرا کام تو یوں بھی چل ہی رہا ہے مجھے یہ ضرورت

ہے اس طرح کے بکھیڑوں میں پڑنے کی۔"
"تم نہیں کہو گے تو میں خود بھائی جان اور بھابی کو بتا
دوں گی۔" اب کی بار وہ قطعیت سے بولی تو وہ خوش ہوا۔
"اپنے اور آصف کے متعلق؟"
"تمہارے اور تمہاری ایکس وائی زیڈ کے متعلق۔" وہ
دانت کچکچا کر بولی اور گاڑی کے رکتے ہی فائل اور بیگ
سنبھالتی نیچے اتر گئی۔
اسٹیئرنگ پر انگلیاں بجاتے ہوئے معیز نے خوش
نما سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کو دور تک دیکھا تھا۔

☆☆☆

آج اس کی برتھ ڈے تھی۔
صبح ہی بھائی جان نے فون پر اسے وش کیا تھا۔ بھابی
سامعہ اور ندا بھی اسے گفٹس دے چکی تھیں بلکہ اور تو اور
آصف نے بھی اسے گفٹ دے دیا تھا۔ رابعہ اور ارم کا
شام کو آنے کا پروگرام تھا۔
اگر کسی نے اسے وش نہیں کیا تھا تو وہ معیز ہی تھا۔
حالاں کہ ایمان سے زیادہ اس کے برتھ ڈے کا وہ خیال
رکھتا تھا۔ مگر اس دفعہ تو جیسے وہ ہر بات بھول چکا تھا۔
کتنی ہی دیر وہ اپنے کمرے میں بند معیز کی اس بے
رخی پر آنسو بہاتی رہی تھی۔ پھر بہت سوچنے کے بعد خود کو
مضبوط کرتے ہوئے برستی آنکھوں کے ساتھ اس نے
اپنے بائیں ہاتھ کی انگلی سے منگنی کی انگوٹھی اتار کر ٹیبل پر
رکھی اور اٹھ کر باتھ روم میں چلی گئی۔ واش بیسن پر جھک کر
اچھی طرح ٹھنڈے پانی کے چھینٹے آنکھوں پر مارے
انگوٹھی ہاتھ میں دبائے وہ معیز کے کمرے تک آ گئی تھی۔
وہ کمرے میں نہیں تھا۔ وہ اندر داخل ہو گئی۔ چند لمحوں
تک ادھر ادھر دیکھنے کے بعد اس نے آگے بڑھ کر سائیڈ
ٹیبل پر انگوٹھی رکھ دی۔ وہ پلٹی دروازہ کھلا اور معیز اندر داخل
ہوا تھا۔ وہ لحظہ بھر کو ساکت رہ گئی۔ خود وہ بھی ٹھٹک گیا تھا۔
پھر خوش گوار انداز میں بولا۔
"واٹ اے سرپرائز۔ تم اور میرے کمرے میں؟" وہ
اس کے پرمسرت انداز سے قطع نظر خاموشی سے باہر نکلنے

گئی مگر وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔
"ناراض ہو؟" اس کے دوستانہ لب و لہجے پر ایمان کو رونا آنے لگا۔
"تم نے مجھے راضی ہی کب رکھا ہے۔ آگے سے ہٹو۔" وہ بھرائے ہوئے انداز میں بولی تو وہ کچھ سوچ کر بولا۔
"آئی ایم سوری۔ شاید تم میری بھول کی وجہ سے ناراض ہو۔ ابھی آپی نے مجھے یاد دلایا ہے کہ آج تمہاری برتھ ڈے ہے۔ ہیپی برتھ ڈے۔"
"اس کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ تنی سے بولی تب بھی اس کی آواز بھیگی ہوئی تھی اور وہ معیز سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔
"ضرورت کیوں نہیں۔ منگیتر ہو تم میری۔"
اس کی پھر سے یاد دہانی پر ایمان کا خون کھول اٹھا۔
"ہوں" نہیں "تھی"۔" وہ پڑی ہے منگنی کی انگوٹھی۔ جاکے اس کو پہنا دو جسے پسند کرتے ہو۔" غصے سے کہتے کہتے اس کے آنسو نکل آئے تو وہ سائیڈ ٹیبل پر پڑی انگوٹھی کو دیکھ کر ایمان کو دیکھنے لگا۔
"اچھا اگر تمہیں اتنا ہی دکھ ہو رہا ہے تو نہ توڑو منگنی۔"
"شٹ اپ۔" وہ زور سے چیخی تھی۔ "ہٹو آگے سے۔"
"بائی گاڈ! اتنا غصہ؟" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا اور وہ اپنا آپ جل جانے پر خفت کا شکار وہاں سے بھاگنے کے چکر میں تھی مگر وہ پہاڑ بنا دروازے کی ناب پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔
"اب تمہارا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ میں آصف کو ہاں کرنے والی ہوں اس نے مجھے پروپوز کر دیا ہے۔" ایمان نے جھوٹ بول کر گویا اپنی عزت رکھنے کی کوشش کی تھی مگر اس کا نتیجہ بہت حیرت انگیز تھا۔ وہ چلا اٹھا۔
"واٹ! اس نے تمہیں بھی پروپوز کیا ہے؟"
"بھی" سے کیا مراد ہے۔ اس نے مجھے ہی پروپوز کیا ہے۔" وہ اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔
"مگر اس نے سامعہ کو "بھی" پروپوز کیا ہے۔ چاہے تو آپی سے پوچھ لو۔" معیز کا انداز بہت قطعی تھا۔ خفت و خجالت کی سرخی ایمان کے چہرے کو رنگین کر گئی۔ اپنے تمام ڈائیلاگز بولیں یکلخت ہی ذہن میں گھوم گئی تھیں۔
"ذلیل کمینہ..... اس سے تو میں ابھی پوچھتی ہوں۔" وہ تیزی سے آگے بڑھی اور ناب گھما کر دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر معیز نے اس کا ہاتھ گرفت میں لے لیا تھا۔
"پہلے مجھ سے تو پوچھ لو۔"
"ہاتھ چھوڑو میرا۔" اس کا دل بھر آیا۔ مگر وہ اثر لیے بغیر اسے ساتھ لیتا کمرے کے وسط میں آیا اور بستر پر بٹھا کر کرسی گھسیٹی اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔
"آپی نے مجھ سے تمہاری اور میری شادی کی بات کی تھی تب میں جاب لیس تھا۔ مجھ پر دو بہنوں کی ذمے داری بھی تھی اس لیے میں نے انہیں انکار کر دیا۔ مگر ان پر میری کسی دلیل کا اثر نہیں ہو رہا تھا تب میں نے تنگ آ کر کہہ دیا کہ میں کسی اور لڑکی کو پسند کرتا ہوں اس لیے ایمان سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔ میری بدقسمتی کہ ندا نے یہ سب سن لیا اور تمہیں بتا دیا۔ پھر بھائی جان نے میری کلاس لی۔ ان سے تو میں کسی اور لڑکی کو پسند کرنے والا جھوٹ نہیں بول سکتا تھا اور انہوں نے بھی صاف کہہ دیا تھا کہ "جو اصل بات ہے انکار کے پیچھے وہ کہہ دو پھر مجھے قائل کر لو۔ تب میں تمہارے فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔" پھر میں نے انہیں ساری بات بتا دی۔ ایمی! تم نے اپنی ساری زندگی آسائشوں میں گزاری ہے بھلا میں کیسے تمہیں اپنے چھوٹے سے گھر میں لا کر قید کر دیتا؟ میں اپنی غلطی مانتا ہوں بے خیالی ہی میں میں اس راہ پر چل نکلا تھا جس کی منزل تم تھیں مگر جب آئندہ زندگی کا لائحہ عمل تیار کرنے بیٹھا تو اندازہ ہوا کہ میں نے بمشکل اپنی تعلیم ہی مکمل کی ہے۔ گھر ابو کی تنخواہ سے چل رہا تھا۔ اور ابھی دو بہنیں میری ذمے داری ہیں۔ دل بیچارہ ہاتھ مسل کر رہ گیا ہر موقع پر دماغ نے یوں سر اٹھائی کی کہ دل کو

معزول ہونا ہی پڑا۔ اور پھر تم سے میں نے کون سے وعدے کیے تھے فقط احساسات و محسوسات اور چند لفظوں ہی کا تو رشتہ تھا کب کسی قول و اقرار کی منزل پر قدم رکھے تھے جو پلٹ نہ سکتا۔ مگر دل کا ایک ہی فیصلہ تھا کہ

میری مشکل کا حل کوئی نہیں ہے
تیرا نعم البدل کوئی نہیں ہے

"بھائی جان نے میرے تمام دلائل سن کر چند لمحوں تک مجھے گھور کر اچھی طرح میرا خون خشک کیا پھر مجھے خوب جھاڑا۔ ان کا خیال تھا کہ میں تمہیں مادیت پرست سمجھ رہا ہوں۔ مگر میں تمہاری آزمائش نہیں چاہتا تھا۔ بھائی جان نے مجھے خوب ڈانٹا اور کہا۔

"کس بات کی پریشانی ہے تمہیں؟ اچھے ریلیکٹ ہوں شاندار..... اکیڈمک ریکارڈ ہے تمہارا۔ تمہیں تو فوراً ہی جاب مل جائے گی۔"

انہوں نے اتنی اچھی طرح میری برین واشنگ کی کہ میں شرمندہ ہو کر رہ گیا۔ جس مسئلے کو میں بہت نرمی سے حل کر سکتا تھا اسے اپنی جذباتیت سے خود ہی الجھا بیٹھا تھا اور خفت کا سامنا کرنا پڑ گیا تھا۔ تم سوچ نہیں سکتیں کہ میں کس قدر خوش تھا۔ پھر ندا سے علم ہوا کہ اس نے میرے اس فیصلے کے متعلق تمہیں بھی بتا دیا ہے تو میں نے سوچا ذرا تمہارے ری ایکشن کا مزہ لیا جائے۔ ویسے تو منہ سے کچھ پھوٹتی نہیں ہو شاید یونہی اقرار محبت کر جاؤ۔ مگر افسوس! تم نے اقرار کیا بھی تو اس کھونچو سے محبت کیا۔ میں تو بس جل بھن کے رہ گیا تھا۔ تم سن رہی ہو نا؟"

وہ قدرے آگے کو جھک کر پوچھ رہا تھا۔ اور وہ جو سانسیں روکے اس کا ایک ایک لفظ سن رہی تھی اس نے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا۔

"تم نے میرا اتنا مذاق بنایا۔" معیز سیدھا ہو کر کرسی سے اٹھا تھا مگر وہ مزید "حملہ" کرنے کے بجائے اب ہاتھوں میں چہرہ چھپائے رو رہی تھی۔

"میرا فیوچر واقعی خطرے میں ہے۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے سائیڈ ٹیبل پر سے انگوٹھی اٹھانے لگا۔ پھر دراز کھول کر اس میں سے کچھ نکالا۔ اور دوبارہ کرسی پر آ بیٹھا۔

"یہ انگوٹھی..... پہن لو۔" معیز کا انداز خاصا مسکین سا تھا۔

"مجھے نہیں کرنی تم سے دوبارہ منگنی۔" وہ چلائی۔

"مگر مجھے تمہی سے کرنی ہے۔ منگنی بھی اور شادی بھی۔" معیز نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھام کر انگوٹھی پہنا دی۔ وہ غصے میں تھی۔ کتنی آسانی سے وہ اسے بیوقوف بنا گیا تھا۔ ناراضگی سے کہا۔

"یہ بھی جا کر اسے ہی دے دو۔"

"خدا کی پناہ! ابھی تم تو بعد میں میرا حشر کر دو گی۔ یہ ہے وہ انگوٹھی جو میں نے تمہاری برتھ ڈے کے لیے خریدی تھی۔"

معیز نے دوسری انگوٹھی اس کی انگلی میں پہناتے ہوئے بے چارگی سے کہا تو وہ اپنا ہاتھ دیکھنے لگی جہاں اس روز والی انگوٹھی جگمگا رہی تھی۔ تمام تر آزردگی اور دکھ پل بھر یکلخت ازبچھو ہو گیا تھا۔

"تم بہت بدتمیز ہو۔ تم نے اتنا تنگ کیا مجھے۔" اس کی پلکیں ابھی بھی نم تھیں معیز نے شرارت سے تصحیح کی۔

"اونہوں بدتمیز نہیں..... کمینے..... یہی کہا تھا تم نے؟"

نہ چاہتے ہوئے بھی وہ بے اختیار ہنس دی تھی۔

"سچ کہا تھا بھائی جان نے میرا فیوچر بہت برا ہے۔"

اس کے ہنستے ہوئے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے وہ معنی خیز انداز میں بولا تو وہ جھینپ گئی۔ اور اس کے چہرے پر پھیلی طمانیت نے معیز کو بھی مطمئن کر دیا۔ وہ دونوں ایک ساتھ باہر آ گئے جہاں ندا اور ساعد نے شام کی تقریب کے لیے ہنگامہ مچایا ہوا تھا وہ بھی اس ہنگامے کا حصہ بن گئے۔